دائرۃ المعارف

یعنی

معارف اعظم گڈھ

کی

انتیسویں ۲۹ جلد

از

جنوری سنہ ۱۹۳۲ء تا جون سنہ ۱۹۳۲ء

مرتبہ

سید سلیمان ندوی،

مطبع معارف دار المصنفین اعظم گڈھ

فہرست مضمون نگاران معارف

جلد بست و نہم (۲۹) جنوری سنہ ۱۹۳۲ء تا جون سنہ ۱۹۳۲ء

(بہ ترتیب حروف تہجی)

نمبر شمار	اسمائے گرامی	صفحہ	نمبر شمار	اسمائے گرامی	صفحہ
۱	مولوی ابوالاعلیٰ صاحب مودودی حیدرآباد دکن،	۱۰۳، ۳۲۱	۷	مولانا سید سلیمان ندوی	۱۵۴، ۸۲، ۱۶۲، ۲۴۴، ۲۴۵، ۳۲۲، ۳۹۳، ۴۰۲، ۴۱
۲	مولوی سید ابوالقاسم صاحب سرور دارالترجمہ حیدرآباد دکن،	۳۶۹، ۴۷۰	۸	جناب سید شمس الہدیٰ صاحب پٹنہ	
۳	جناب حافظ احمد علی خانصاحب شوق سابق ناظم کتب خانہ رامپور،	۲۷۶	۹	جناب محمد عبداللہ صاحب چغتائی لکچرر اسلامیہ کالج لاہور،	۳۸-۴۷
۴	جناب قاضی احمد میان صاحب اختر جوناگڈھی	۴۲۸	۱۰	قاضی عبدالرحمٰن صاحب پنشنر وکیل ریاست پٹیالہ	۹۸
۵	جناب محمد حمید اللہ صاحب عثمانیہ حیدرآباد دکن	۲۲۰	۱۱	مولوی عبدالرؤف صاحب ندوی، [illegible] گیا	۱۳۳
۶	سید ریاست علی ندوی رفیق دارالمصنفین، سب اڈیٹر معارف،	۸۷، ۱۵۷، [illegible]، ۱۵۵، ۲۳۹، ۳۱۵-۳۲۵، ۳۹۵-۴۰۷	۱۲	مولانا عبدالسلام ندوی	۵۴، ۶۴-۷۰، ۱۴۰، ۲۸۲، ۲۸۹، ۲۹۷، ۳۰۵، ۳۶۴
			۱۳	جناب محمد عزیر صاحب ایم اے ایل ایل بی رفیق دارالمصنفین،	۷۶، ۱۴۸، ۲۲۵، ۲۸۸، ۲۹۱، ۳۵۷، ۳۶۹، ۳۸۲، ۳۸۴، ۳۸۷، ۴۱۱، ۴۷
			۱۴	جناب سید محمد عثمان صاحب آبادی، اسلام پوری	۴۵۲

فہرستِ مضامین

جلد بست و نہم، جنوری سنہ ۱۹۳۲ء تا جون سنہ ۱۹۳۲ء

جلد بست و نہم (۲۹)	ماہ شعبان المعظم سنہ ۱۳۵۰ھ مطابق ماہ جنوری سنہ ۱۹۳۲ء	عدد ۱

مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شذرات

[illegible] سال کا سانحہ بھی ماتم پر ہوتا ہے، خطیب الامۃ مولنا عبدالماجد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کا [illegible]

[illegible] اور قومی [illegible] دونون حیثیتون سے وہ غم ہے جو بھولائے نہین بھولا جاتا، ۱۴ ردسمبر ۱۹۳۱ء کی [illegible]

[illegible] تو مین وہان اس صبح کو موجود تھا، ۱۰ بجے صبح کو خبر ہوئی، جب نو بجے کے [illegible]

[illegible] اور مردہ لاش بدایون کو منتقل ہو چکی تھی،

[illegible] کون تھے جو لکھنے والے اُن کے محامد و اوصاف صفحون مین لکھین گے اور [illegible]

[illegible] بیان کرینگے لیکن اس سارے دفتر کو صرف ایک لفظ مین اگر ادا کرنا چاہین، تو کہہ سکتے ہین کہ [illegible]

[illegible] محبت تھی، خدا سے محبت، رسول سے محبت، آلِ رسول سے محبت، بزرگانِ دین سے محبت، اکابر سے محبت، [illegible]

[illegible] سے محبت، [illegible] لوگون سے محبت، عزیزون سے محبت،

[illegible] کی ذات ہر حیثیت سے قابلِ فخر تھی، ان تمام لوگون پر جنھون نے طرابلس کے زمانہ [illegible]

[illegible] شرکت کی ان [illegible] برسون مین مختلف دور گذرے، یعنی کچھ آرام و سکون پھر کچھ سعی و محنت، کچھ عزلت [illegible]

[illegible] پھر تیز رفتاری، اسطرح انکی زندگی کے ایام وقتاً فوقتاً گذرتے رہے، مگر جماعتِ علماء مین یہی ایک ہستی [illegible]

[illegible] زندگی کے ایک لمحہ کو بھی اس وقت سے چین نصیب نہ ہوا، ہر وقت اور ہر نفس ان کو کام کی ایک دھن لگی ہوئی تھی [illegible]

[illegible] آرام، خانگی سکون، اہل و عیال اور جان و مال ہر چیز قربان تھی، یہ بھی گمان گذرا ہے کہ اُن کے گھر مین [illegible]

[illegible] قوم کی مسیحائی کے لیے کانپور و لکھنؤ کے گرد و مین مصروف ہین، خدام کعبہ، طرابلس،

بلقان، کانپور، خلافت، کانگریس، تبلیغ، تنظیم، مسلم کانفرنس، یہ تمام وہ مجالس ہین، جو اُن کے خدمات سے گرانبار [illegible]

[illegible] اپنے مدرسہ شمس العلوم کو جس کی خود انھون نے بنیاد ڈالی تھی ناتمام چھوڑا، اس کے لیے کتبخانہ کی عمارت [illegible]

[illegible] کتابین جمع کین، وہ بھی نامکمل رہا، یہانتک کہ انکی زندگی کی منزلین دفعۃً پوری ہوگئین،

مرحوم کی قوتِ خطابت غیر معمولی تھی، اُن کی تقریر جذباتِ اسلامی کی ترجمان ہوتی تھی، ان کی شاعری و سخنوری [illegible]

گو مخفی تھی، مگر شاندار تھی، ان کی عالمانہ شان اور معقول و منقول سے پرانی دلآویزی اس عالم مین بھی نمایان تھی، اُن کا [illegible]

دراز قد، بڑی داڑھی، سیاہ عمامہ، بڑا کرتہ اس پر جبہ گلے مین بڑا کالا رومال یا چادر مست چال جھم جھم کر [illegible]

چلنا، [illegible] تک نگاہون کے سامنے ان کی تصویر بنا کر کھڑی کر دیتا ہے،

[illegible] مرحوم نے عراق کا سفر اپنے بزرگون کیساتھ کیا تھا، اور حجاز و مصر کا سفر میرے ساتھ ۱۹۲۵ء مین کیا، یہ [illegible]

[illegible] مگر ان جیسا بے زبان رفیقِ سفر ملنا بھی ممکن نہین،

[illegible] بہت کچھ تھے، مگر سب سے بڑھکر یہ کہ وہ اپنے ہر دوست، ہر ہمعصر، ہر رفیق کے محبوب و حبیب

[illegible] والا یہی سمجھتا تھا کہ وہ اُسی سے سب سے زیادہ محبت کرتے ہین، اُن کی ہستی محبت کا آئینہ خانہ تھی، ہر آئینہ [illegible]

[illegible] ہر طرف چلتے پھرتے نظر آتے تھے،

[illegible] سال کا آغاز تھا کہ مین نے اپنے رفیقِ یورپ (محمد علی مرحوم) کا ماتم کیا تھا، آج سال کا اختتام ہے کہ [illegible]

[illegible] رفیقِ حجاز و مصر کا ماتم کرتا ہون، رفیقو! رخصت، اب تم وہان ہو، جہان تمھارے رفیق ملائکہ، اللہ اور [illegible]

[illegible] اور سب سے بڑھکر وہ **رفیقِ اعلیٰ** ہے جس کی رفاقت سب رفاقتون سے بڑھکر ہے،

رحمۃ اللہ علیک   خیر اخلاف الکرام

نم قریر العین فی قبرک الی یوم القیام

کنت فی الدنیا سلامًا   مرشا فی دار السلام

اسکت الموت خطیبًا لقوم حسان الکلام

صرف اس لیے پسند کرتے ہین کہ مسلمان قومون کو بحمد اللہ ایک مشترک کانفرنس مین بیٹھنے کی عادت تو پڑ رہی ہے رفتہ رفتہ یہ مذاق کبھی نہ کبھی تو سنجیدگی اختیار کریگا،

ہم نے کسی پچھلے معارف کے شذرات مین لکھا تھا کہ خطیب کی تاریخ بغداد کی جو جلد محمدؐ کی نکلی ہے، اس مین ناموں کا ایک خاصہ حصہ نسخہ سے چھوٹ گیا ہے، اب ہم خوشی سے اطلاع دیتے ہین کہ ناشرین کو اپنی غلطی کا احساس ہوا، اور اب پانچوین جلد مین اُس متروکہ حصہ کو تکملہ کی صورت مین شائع کر دیا ہے، امید ہے کہ وہ آیندہ اپنے اصل نسخہ کی تکمیل کی پوری کوشش سے دریغ نہ کرین گے،

اسمار الرجال کے سلسلہ مین ایک بڑی اہم کتاب ابن عدی کی کتاب الکامل ہے، جو اکثر پچھلی کتابون کا ماخذ ہے، اسکا اصل نسخہ مصر مین موجود ہے، کتبخانہ گوٹ پیر جھنڈا حیدرآباد سندھ نے بڑی کوشش سے اسکی نقل کا اہتمام کیا ہے، کتاب سات جلدون مین ہے، اور اب تک اس کے بیس جزو نقل ہو کر کتبخانہ مذکور مین پہنچ چکے ہین، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتبخانہ کو اپنی مزید توفیق سے بہرہ ور فرمادے،

معارف نے حقوق نسوان پر جو مسلسل مضامین لکھے تھے، ان کا منشا یہی دکھانا تھا کہ کوئی خاص فقہ نہ سہی لیکن عام فقہ اسلامی بھی نسوانی وازدواجی قانونی ضروریات کو پورا کرنے کی ہر طرح قابلیت رکھتی ہے، چنانچہ سرکار عالی **بھوپال** نے علماء کے مشورہ سے اسی اصول پر "تحفظ حقوق زوجین" کا ایک مکمل ضابطہ مع حوالۂ کتب فقہ شائع کیا ہے، ہم سرکار بھوپال کو اس اہم اور عظیم الشان اقدام پر مبارکباد دیتے ہین، آیندہ یہ ضابطہ معارف مین مزید تبصرہ کیساتھ شائع ہوگا،

مقالات

ایام صیام

از چودھری غلام احمد، پرویز، ہوم ڈپارٹمنٹ، دہلی،

اس کے بعد ان احادیث کو تختۂ مشق بنانے کی باری آتی ہے جن سے تیس روزے ثابت ہین، احادیث پر کھنے سے پیشتر اس پر بحث کی گئی ہے کہ تیس روزون کا خیال مسلمانون کو پیدا کیسے ہوا، لکھتے ہین کہ "عربون کے راہب شام و فلسطین مین پہلے پہل سے جو چالیس دن کے روزے رکھتے تھے، عربون نے دیکھا کہ مسلمانون کے روزے ان کے مقابلہ مین کچھ حیثیت ہی نہین رکھتے اور اسی لئے یہ راہب فخر کرتے تھے کہ ان کے ہان مسلمانون سے زیادہ خدا پرستی ہے، اس لئے یقیناً مسلمانون کو تیس روزے رکھنے کا خیال رہا ہوگا،" گویا راہبون کی غیرت سے روزے بڑھانے کا خیال پیدا ہوا، اب سوال یہ ہے کہ آیا جو روزے مسلمانون نے بعد مین بڑھائے اس زیادتی سے انکا وہ مقصد پورا ہو گیا جو محرک تھا اس زیادتی کا ظاہر ہے کہ نہین ہوا، کیونکہ ایک تو راہبون کے روزون سے مسلمانون کے روزے ویسے ہی نرم ہین، (راتون کی مباشرت جائز ہے) دوسرے تعداد مین بڑھ کر بھی ان سے کم رہے، تو سمجھ مین نہین آتا کہ مسلمانون کو آخر ہوا کیا، خدا کے حکم کے خلاف بھی کیا، اور راہبون کی پھر بھی برابری نہ کر سکے، نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم ..... اگر یہی جذبہ کارفرما تھا تو اول تو پچاس وزن پورے کر لیتے، اسی مقام پر یہ بھی درج ہے کہ "(ENCYCLO PEDEA BRITANICA) مین (FASTING) کا مضمون پڑھنے سے واضح ہوگا کہ عیسائیون کے ہان ایام صیام مین کس طرح تبدیلیان واقع ہوئین" .....

حیرت ہے کہ عیسائیون کے ہان کی تبدیلیون کے لئے تو انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کا مضمون بطور سند پیش

معارف :- اس واقعہ کی تاریخی سند بھی کوئی ہمارے مدعی کے پاس ہے یا محض قیاس آرائی کے ریت پر یہ پوری عمارت کھڑی کی گئی ہے؛

کیا گیا ہے لیکن اسی انسائیکلوپیڈیا مین اسی مضمون (FASTING) کے تحت، چار ہی سطرین آگے جا کر جہان یہ لکھا ہے کہ "مسلمانون کے ہان رمضان کے تیس دن کے روزے مقرر ہین" یہ یا تو "حق گو" صاحب کی نظرون سے اوجھل ہو جاتا ہے یا اسے مستند بیان تصور نہین فرماتے، یعنی اپنے مطلب کی بات کا متعلقہ حصہ مستند، اور جو اس کے خلاف پڑے غیر مستند، ع

بسوخت عقل ز حیرت کہ این چہ بوالعجبی ست

پھر دعویٰ ہی، اور ملاحظہ فرمایئے کس قدر بلند آہنگ دعویٰ ہی،

"اس کے بعد میرا دعویٰ ہی کہ حدیث مین تیس دن کے روزے کا کوئی حکم صریح میری نظر سے نہین گذرا" دعویٰ کو ذرا غور سے دیکھا آپ نے! کس قدر سچا دعویٰ ہی، یعنی زیادہ سے زیادہ آپ یہی کر سکتے تھے کہ کوئی حدیث صریح حکم والی نکال کر پیش کر دیتے، لیکن ایسا کرنے سے ان کا دعویٰ تو باطل نہین ہوتا، وہ دعویٰ ہی کیا جو اتنی جلدی باطل ہو جائے، وہ جھٹ سے کہدینگے کہ صاحب! مین نے کب کہا ہی کہ حکم موجود نہین ہے، مین نے تو صرف اسی قدر کہا تھا کہ میری نظر سے نہین گذرا، چلئے! اب ان کی نظر کا علاج کرلتے پھریئے، ملاحظہ فرمایا کس قدر ہوشیار دعویٰ ہی، بقول غالب ؎

دعا یہ مانگو الٰہی! ہو عمر خضر دراز

اب آئی احادیث کی باری، ارشاد ہے:

"البتہ ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ، پرویز) کی وہ حدیث جو ابن ماجہ مین ہی رمضان کے انتیس روزے پر دلالت کرتی ہے، مگر اس حدیث سے کوئی حکم مستنبط نہین ہوتا، صرف اس قدر معلوم ہوتا ہی کہ بعض لوگ نفلاً تمام ماہ رمضان کے روزے رکھتے تھے، وہ حدیث یہ ہے،

ہم نے آنحضرت صلعم کے زمانہ مین ۲۹ دن کے روزے رکھے اور زیادہ سے زیادہ تیس دن کے" غنیمت ہے کہ ان روزون کو نفلی روزے ہی قرار دیدیا، ورنہ حضرت ابوہریرہ رضؓ سے تو جناب "حق گو"

گو وہ [illegible] کہ ان روزون کو خلاف حکم خدا ایک بدعت قرار دیدیتے تو عجب نہ تھا،

دوسری یہ حدیث حضرت ابوہریرہ رضؓ کی نقل کی ہی،

رسول اللہ صلعم نے فرمایا، جب تم چاند دیکھو تو روزہ رکھو، پھر جب چاند دیکھو تو افطار کرو، پھر اگر ابر آجائے تم پر تو تیس روزے پورے کرو"

قارئین کرام غالباً حیران ہونگے کہ اس قدر صاف اور کھلی حدیث کے موجودگی مین اب کون سی جو انکار ہو [illegible] یہ دقت تو اسے پیش آئے جو کسی چیز کے دور کرنے کے لئے معقول وجوہات کی ضرورت محسوس کرے، حدیث کے تین ٹکڑے ہین،

(۱) جب چاند دیکھو تو روزہ رکھو،

(۲) پھر جب چاند دیکھو تو افطار کرو اور

(۳) پھر اگر ابر آجائے تم پر تو تیس پورے کرو،

نمبر ۳ جس مین کسی تاویل کی گنجایش نظر نہین آئی، کے متعلق ارشاد ہے کہ "معلوم ہوتا ہی، راوی نے یہ جملہ بڑھا دیا ہی، کیونکہ ابن عمرؓ کی حدیث مین جو بالکل اسی طرح کی ہی، یہ الفاظ نہین ہین[1]" چلئے چھٹی پائی، نمبر ا کے متعلق تحریر ہے "اس کے معنی صاف ہین یعنی مہینے کے آخر ہفتے مین چاندنی رات رات کے آخر حصے مین شروع ہوتی ہے، پس رات کے آخری حصہ سے روزہ شروع کر کے .... روزہ رکھو"

ملاحظہ فرمائی آپ نے حدیث کے اس فقرہ کی تفسیر کہ "جب چاند دیکھو روزہ رکھو" کیا معنی کہ پچھلی رات اٹھکر انتظار کرو جب چاند نظر آجائے، روزہ رکھ لو، اور چونکہ چاند اخیر مہینے مین ہر رات پہلی رات سے دیر کر کے نکلتا ہے، اس لئے ہر رات روزہ رکھنے کا وقت پہلی رات کے مقابلہ مین دیر سے ہوا، ابھی فرمایا تھا کہ روزے آخری عشرہ کے ہین، اب ارشاد ہے کہ "مہینے کے آخری ہفتے ہین ...." انکے نزدیک عشرے اور ہفتے مین فرق ہی کچھ نہین

[1] معارف :- یہ [illegible] ہی دیکھو بخاری کتاب الصوم،

ٹھیک کہا ہے کسی نے کہ "حق گو را حافظہ نباشد" ابھی ابھی خیط ابیض اور خیط اسود کے باب میں فاضل مقالہ نگار فرما چکے ہیں اور آیت قرآنی کا ترجمہ کرکے کہا ہے کہ "کھاؤ پیو یہاں تک کہ کالا تاگہ سفید تاگے سے صبح (کے سبب) دکھلائی دینے پڑے" اور یہاں ارشاد ہے "پس رات کے آخری حصہ سے روزہ شروع کر کے..." اب کوئی حق پسند ذرا انصاف سے ہمیں بتادیں کہ کیا "رات کا آخری حصہ" اور وہ وقت جبکہ صبح کے سبب سے کالے اور سفید میں تمیز ہونے لگ جائے، ایک ہی وقت کا نام ہے، یا ان میں کچھ تفاوت ہوتا ہے، یہ کہتے ہوئے بھی سودا دل کا خیال رہتا ہے کہ بیس تاریخ کا چاند جس رات ان کے عقیدہ کے مطابق پہلا روزہ شروع ہوتا ہے تو آدھی رات کے قریب ہی نکل آیا کرتا ہے لیکن یہ چونکہ اپنی تاویل ہے، اس لئے اس میں اور قرآنی حکم میں کاہے کو کوئی تناقض نظر آنے لگا، اندازہ فرمالیجئے کس پایہ کی تاویل ہے،

نمبر ۲، میں حدیث کا حکم تھا کہ پھر جب چاند دیکھو تو افطار کرو "اس میں بڑی الجھن پیش آئی، یہ بھی کہنے سے رہے کہ یہ فقرہ بھی الحاقی ہے، اور اگر اسے درست مانتے ہیں تو روزہ پچھلی رات افطار ہوتا ہے، اب یقیناً آپ سوچتے ہونگے کہ دیکھئے کیا کہتے ہیں لیکن، ع

تھا کام تو مشکل مگر آسان نکل آیا،

فرماتے ہیں "رات کے آخری حصہ سے روزہ شروع کرکے رات کو جب تک آسمان پر ستارہ نہ نکل آئیں، روزہ رکھو" آپ حیران ہوں گے کہ حدیث میں تو چاند تھا یہ "ستارہ" کہاں سے نکل آیا، چاند، ستارے کے معنی میں تو کبھی استعمال نہیں ہوتا، لیکن جواب یہ ہے کہ "دوسرے چاند سے غلط فہمی ہو جاتی ہے، مگر حدیث میں ایسی غلطیاں بے انتہا ہیں"، اس کے بعد مثال کے طور پر حضرت جابرؓ کی غزوہ بطن بوا کی حدیث (ویل پچھلی والی) بیان فرمادی ہے کہ دیکھ لیجئے حدیث میں کس قدر لفظی غلطیاں ہیں، اور آخر میں لکھا ہے "اس لئے اگر حدیث میں جا بجا ایسی روایتیں رمضان کے تیس روزے کے باب میں نظر آئیں تو ان سے گھبرانا نہیں چاہئے، کیونکہ ادنیٰ غور و تامل سے ان کی حقیقت ظاہر ہو جاتی ہے"،

آپ نے تنقید صحیح کا نمونہ ملاحظہ فرمالیا جس کی "روشنی میں حدیث کا مطالعہ" کیا جا رہا ہے، حدیث کے ایک ٹکڑے کو بلا دلیل و ثبوت الحاقی قرار دیدیا، دوسرے کے متعلق وہ تاویل فرمادی جو نہ صرف اہل دانش کے قریب قابل قبول نہیں بلکہ خود اپنے ہی قول کے خلاف ہے، اور تیسرے ٹکڑے میں جہاں کچھ نہ بن پڑی چاند کا ترجمہ ستارہ کرکے کہدیا کہ حدیث میں ایسی لفظی غلطیاں بے شمار ہیں، اگر یہی تنقید ہے تو خدارا کوئی بتائے تنقیص اور کس کا نام ہے، ع

یہ ہے گر آزمانا تو ستانا کس کو کہتے ہیں،

اور ما تف غیبی نے کہا ہے کہ مصرع ثانی بھی بڑھا دو کہ ع

عدو کے ہولئے جب تم تو اپنا امتحان کیوں ہو

اس کے بعد متعدد احادیث میں ایک حدیث حضرت عائشہ صدیقہؓ کی ابن ماجہ سے نقل کی ہے، اور وہ یہ ہے:-

"حضرت عائشہ صدیقہؓ سے پوچھا گیا رسول اللہ صلعم کے روزوں کے بارے میں انھوں نے کہا آپ شعبان کے سارے مہینے کے روزے رکھتے تھے، یہاں تک کہ اس کو ملا دیتے تھے رمضان سے"

اور اس کے متعلق ارشاد ہے "اس کے بالکل مخالف روایت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ، پرویز) کی ہے"

بہت دیر تک غور کرنے کے بعد بھی یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت اور اس حدیث میں کیا مخالفت ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے "آپ شعبان کے سارے مہینے کے روزے رکھتے تھے"؛ اس لئے خصوصیت سے فرمادیا کہ عام مسلمان یہ روزے نہیں رکھتے تھے، اور نبی اکرم صلعم یہ روزے نفلی رکھتے تھے اور اس کے بعد جب رمضان کا ذکر آیا، تو چونکہ یہ عام بات تھی کہ رمضان کے روزے فرض ہیں اس لئے حضرت اسی قدر کہدیا کہ "ملا دیا کرتے تھے رمضان سے" اگر حق گو صاحب کی تحقیق کے مطابق فرض روزے رمضان کے آخری عشرے کے ہی تھے، تو اس فقرہ کے کیا معنی نکلتے ہیں کہ شعبان کے سارے

مہینے کے روزے رکھکر رمضان سے ملا دیتے تھے" تا وقتیکہ رمضان کے روزے یکم رمضان سے نہ مانے جائین یہ فقرہ مہمل ہو جاتا ہے، دوسری صورت مین تو یہ کہنا چاہئے تھا کہ آپ یکم شعبان سے روزے شروع کرتے اور رمضان کے روزون سے ملا دیتے یعنی ایک مہینہ بیس دن کے روزے خصوصیت سے انفرادی طور پر رکھتے اور باقی دس عام مسلمانون کے ساتھ فرضی روزے،

آخر مین پھر "تجدید ایمان" کی گئی ہے کہ "قرآن مین ایام صیام کی وضاحت ایاماً معدودات سے کی گئی ہے اور کوئی قول قرآن کے اس حکم کو منسوخ نہین کر سکتا...... اس لئے رمضان کے روزے اتنے ہی (آخری عشرہ کے) فرض ہین"

اس وقت تک آپ کو ایام صیام کے متعلق صرف دو متضاد باتون کا خیال آتا ہو گا، یعنی یہ کہ شروع مین ایاماً معدودات کی تشریح سے یہودیون کے تتبع مین تین دن کے روزے فرض کئے جا رہے تھے اور آخر مین اپنی رائے سے دس روزے فرض کر دیے ہین، لیکن اگر آپ اس مضمون کے آخری حصے تک پہنچین تو پھر ایک اور پلٹا نظر آئیگا، اور باور کیجیے کہ آپ باوجود سعی بسیار کسی نتیجہ پر نہین پہنچ سکین گے کہ مقالہ نگار کا بالآخر مقصد کیا ہے، ملاحظہ فرمائیے تحریر ہے:-

"قرآن سے ایام صیام کے دو اور نکتے، تم نے کبھی اس پر غور کیا ہے، کہ قرآن مجید نے روزہ کا حکم دیتے ہوئے یہ کیون کہا کما کتب علی الذین من قبلکم، یہ قطعی ثابت ہے کہ یہودیون مین کم سے کم ایک دن اور زیادہ سے زیادہ تین دن کے روزے سالانہ تھے، لہذا قرآن کا قول صحیح نہین (نعوذ باللہ) کہ تم پر یہودیون کی طرح، روزے فرض کئے گئے ہین" دوسرا لطیف نکتہ مختصراً یہ ہے کہ اللہ تعالی نے نزول قرآن کی یاد مین روزہ رکھنے کا حکم اس لئے دیا ہے کہ قرآن ایک عہد ہے خدا اور بندون کے درمیان، جیسا عہد نامہ تھا یہود و نصاری کے ساتھ، اور چونکہ خدا جانتا ہے کہ اس سے یہ عہد ٹوٹے گا" اللہ کی یہ رحمت ہے کہ اس عہد کو بار بار توڑنے کی وجہ سے ہم پر عذاب نہین کرتا، بلکہ اپنی نہایت مہربانی سے روزہ

رکھا کر ہمارے اس عہد کے توڑنے کا کفارہ ہر سال دلواتا ہے، اور قرآن مین عہد توڑنے کا کفارہ کیا ہے ارشاد ہوتا ہے "لا یواخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم...... لعلکم تشکرون (سورہ مائدہ آیت ۸۹)"

نکتہ اول مین حق گو صاحب کے قول کے مطابق قرآن کا قول (کما کتب علی الذین من قبلکم) اسی وقت [illegible] ہوگا جبکہ یہود کی طرح تین دن کے زیادہ سے زیادہ روزے مانے جائین، اور اگر ایام کی تخصیص کما کتب کے لئے ضروری ہے تو تعداد روزہ بھی کما کے تحت آجائیگی، ہم تو چونکہ یہ مانتے ہی نہین کہ کما کتب سے مراد نوعیت روزہ یعنی جملہ فروعات متعلقہ سحری افطار، ایام، اشیاء ممنوعہ وغیرہ ہے اور "علی الذین من قبلکم" سے مراد صرف یہود ہین، بلکہ ہم تو یہ سمجھتے ہین کہ اس سے یہ مراد ہے کہ مسلمانو! تم پر جو روزے فرض کئے گئے ہین تو یہ کوئی نیا حکم نہین بلکہ بحیثیت حکم ہونے کے یہ ایک ایسی ہی چیز ہے، جیسے تم سے پہلی کی امتون پر فرض کیا گیا تھا اور اس فرق کے لئے ہمارے پاس خود قرآن کی سند موجود ہے کہ برخلاف یہود کے مسلمانون کو روزے کی راتون مین مباشرت کی اجازت دی گئی، اور روزہ مین بولنے سے ممانعت بھی نہین فرمائی، اس لئے ہمارے مفہوم کے مطابق دس دن کے روزے کا حکم کما کتب کے قول کی ہرگز تنقیص نہین کرتا، اب ہم جناب "حق گو" سے صرف اس قدر دریافت کرنے کی جرأت کرتے ہین کہ جب وہ "کما کتب" سے ایام صیام کا نکتہ نکالتے ہین، اور یہودیون کے ہان زیادہ سے زیادہ تین دن کے ثابت کرتے ہین تو آپکا یہ ایمان کہ روزے دس دن کے ہین، قرآن کے اس قول کی تنقیص ہے یا نہین؟ فرمائیے کہ کون مجرم ٹھہرا، اب رہا دوسرا نکتہ، سو ظاہر ہے کہ:-

اول تو ایمان قسم کو کہتے ہین، عہد کو نہین کہتے، عہد کیلئے قرآن مین عہد ہی کا لفظ آیا ہے یا میثاق کا، جو آیت مقالہ نگار نے درج کی ہو اس سے اگر دو آیتین پہلے پڑھ لیجائین تو مطلب بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ ایمان سے مراد اس جگہ عہد شکنی ہے یا محض قسم توڑنا، اللہ تعالی نے ان آیات مین مسلمانون کو کہا ہے کہ جو اللہ نے تم پر حلال طیب کر دیا ہے اسے اپنے لئے حرام مت بناؤ اور اگر کسی حلال چیز کو نہ کھانے کی تم نے یون ہی قسم کھالی ہے تو اسکا مضائقہ نہین، البتہ اگر جان بوجھکر دل سے قسم کھالی ہے تو اسکا کفارہ مساکین کا کھانا وغیرہ یا روزہ ہے، واضح ہو کہ اسی قسم کا حکم سورہ بقر کی آیت ۲۲۵ مین بھی ہے، جہان ان لوگون کو مخاطب کیا گیا ہے

جو جوشِ غضب میں اپنی بیویوں کے پاس جانے کی قسم کھالیا کرتے تھے، لہذا یہ واضح ہو گیا کہ اس کفارہ سے مراد قسم توڑنے کے کفارہ کی ہے، نہ کہ عہد توڑنے کے کفارہ کی جو قرآن کی شکل میں خدا اور اسکے بندوں کے درمیان بندھا ہوا ہے، معاف کیجئے، وہ عہد اسقدر معمولی نہیں کہ عہد شکنی کا کفارہ تین دن کے روزے پورا کر دیں، ہمارے نزدیک تو اسکا کوئی کفارہ ہی نہیں اور عہد شکن قوم پر ضربت علیہم الذلۃ والمسکنۃ کی شکل میں جو عذاب الٰہی نازل ہوتا ہے، ممکن ہے وقتی نام و نمود کی شہرت یا خود فریبی اسے کسی کی آنکھوں سے چھپائے رکھے، ورنہ صاحبِ بصیرت تو ہر وقت اس سنت اللہ کا مشاہدہ کرتا رہتا ہے،

ہم جناب "حق گو" سے یہاں پھر دریافت کرتے ہیں کہ جب قرآن اس عہد شکنی کا کفارہ بقول انکے صرف تین دن کے روزے مقرر کرتا ہے تو ان کا یہ فیصلہ کہ روزے دس دن کے فرض ہیں، اس حکم کی ترمیم نہیں؟

آخر میں ہم جناب "حق گو" کی خدمت میں اتنا اور عرض کرتے ہیں کہ اگر وہ رمضان کے مہینے کے روزے کا ثبوت صرف قرآن سے ہی چاہتے ہیں تو قرآن میں ذرا غور و تدبر سے کام لیں، دیکھیں کہ یہ عقدہ بھی حل ہوتا ہے یا نہیں؟ یہ نہیں کہ پہلے اپنی رائے قائم کرلیں اور اس تک پہنچنے کیلئے قرآن و حدیث کو مروڑنا شروع کر دیں، اسکے لئے ہم وہی آیت قرآنی پیش کرتے ہیں جو بقول انکے قرآن کی سند پیش کرنے والوں کا عروۃ الوثقیٰ ہے یعنی شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ...... فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ (بقرہ)
رمضان کا مہینہ جسمیں قرآن نازل کیا گیا ہے ...... تو تم میں سے جو شخص اسمیں موجود ہو تو چاہئے کہ روزہ رکھے (ترجمہ "حق گو") آپ نے فلیصمہ کا ترجمہ چاہئے کہ روزہ رکھے کر دیا، اتنا ترجمہ تو فلیصم کا ہو سکتا تھا، یہ جو بعد میں "ہ" موجود ہے اسکے بھی تو کچھ معنی کیجئے یا یہ فضول ہی ہے، ظاہر ہے کہ یہ ضمیر ہے شہر کیلئے (سو اگر ضمیر کی جگہ اسم رکھیں تو یہ ہوگا فلیصم الشھر) جسکے معنی ہوئے انگریزی میں (LET HIM FAST THE MONTH) اور اردو میں کم و بیش یہ کہ "وہ مہینہ روزے رکھے"

یہ ہے حکم قرآنی مہینہ بھر کے روزوں کا اور اسکی تائید کرتی ہیں وہ تمام احادیث جو آپکے نزدیک یا تو وضعی اختراعی ہیں یا قابل تاویل و ترمیم ع "اور اس پر بھی نہ وہ سمجھے تو اس بت سے خدا سمجھے" یہ ہے نمونہ "حق گو" صاحب کی قرآن فہمی کا،

دعا ہے کہ ان احباب کی جلدی سمجھ میں آجائے کہ نام کی شہرت کے اور بہت سے مستحسن طریقے ہیں جن سے ایمان بھی ہاتھ سے نہیں جاتا اور شہرت بھی بقائے دوام کی حاصل ہو جاتی ہے، لیکن، ع "اس میں دو چار ذرا سخت مقام آتے ہیں"

ایام صیام پر نظر ثانی

سید سلیمان ندوی

ایک "غیر مولوی" کا جواب تمام ہو چکا، جسکو پڑھکر آپ کو حیرت ہوئی ہوگی کہ وہ ایک "عربی حرف شناس تعلیم یافتہ" ہو کر کیونکر پرانے طرز کا مسلمان باقی رہ سکا، مگر ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم کہیں مخصوص و محدود نہیں مگر اس "غیر مولوی" نے کسی "عراقی خانساماں" سے عربی نہیں سیکھی، تاہم شملہ اور نئی دلّی کے ہوم ڈپارٹمنٹ میں موصوف نے جو عربی پڑھی ہے، وہ نتائج کے لحاظ سے مقبول احمد صاحب کے فارن ڈپارٹمنٹ کی "عراقی عربی" سے زیادہ نتیجہ خیز ہے،

اس بحث میں ہمارے نزدیک اصل میں تین بحثیں ہیں،

۱- کیا جمع قلت کا جو قاعدہ مدعی نے سمجھا ہے وہ صحیح ہے؟

۲- کیا قرآن میں مہینہ بھر کے روزہ کا ذکر نہیں؟

۳- کیا احادیث میں انتیس ۲۹ تیس ۳۰ روزوں کا ذکر نہیں،

جمع قلت کے قواعد: یہ بالکل صحیح ہے کہ عربی میں جمع کی دو قسمیں ہوتی ہیں، ایک جمع قلت، جسکا اطلاق تین سے دس تک پر ہوتا ہے، دوسری جمع کثرت جس کا اطلاق گیارہ ۱۱ سے مافوق پر ہوتا ہے، اور یہ بھی صحیح ہے کہ ایام جمع قلت ہے، لیکن قاعدہ صرف اسی قدر نہیں ہے، کہ اگر اسی قدر ہو تو حسب ذیل آیتوں میں وہ کون بیوقوف ہوگا جو ایاما کے صرف تین سے نو دنوں تک (حسب علم مقبول احمد) یا دس تک (حسب قواعد نحو) سمجھیگا،

تلک الایام نداولھا بین الناس (آل عمران)

یہ دن ہیں جنکو ہم لوگوں کے درمیان دست بدست الٹتے ہیں،

کیا اشخاص اور قومون کی صدیان، اور سالہا سال جنین ہزارون دن (ایام) داخل ہین، صرف نو یا دس دنون مین محدود ہین؟

قیامت مین نیکو کارون سے کہا جائیگا،

كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ (حاقہ) — خوش خوش کھاؤ پیو اس کے بدلہ مین جو تم گذشتہ دنون (ایام) مین کرتے تھے،

کیا یہ ایام خالیہ ہر جنتی کے دس ہی دن ہونگے، خواہ اسکی عمر سو ہی برس کی کیون ہوئی ہو، یہ کیسی نادانی کا دعوی ہے، قرآن پاک مین ایک اور جگہ ہے،

وَذَكِّرْهُمْ بِأَيَّامِ اللَّهِ - (ابراہیم) — اور ان کو اللہ کے دنون (ایام) کی یاد دلاؤ،

اللہ کے دن سے مقصود وہ دن ہے، جب اللہ تعالی کی کسی عجیب قدرت کا اظہار ہوا ہو تو کیا تاریخ مین اس قسم کے صرف تین سے دس تک دن گذرے ہین، یا انکی تعداد سینکڑون ہزارون تک پہنچی ہے،

امید ہے کہ عراقی خانساماں کا فاضل شاگرد ان آیتون پر نگاہ رکھکر ابھی جمع قلت کے قواعد کو سمجھے گا،

آگے چلیے معرفہ کو چھوڑ کر تنکیر پر آئیے، یمن سے شام تک کی مسافت اب بھی موجود ہے، سبا کے عہد مین یہ پورا راستہ باغ وبہار بنا ہوا تھا جو آخر ان کی بداعمالیون کے سبب سے ویران ہو گیا، یہ راستہ پاپیادہ یا اونٹون پر بہرحال ایک مہینہ سے کم کا نہ ہوگا، مگر اس کے متعلق قرآن پاک مین یہ ہے،

سِيرُوا فِيهَا لَيَالِيَ وَأَيَّامًا آمِنِينَ ۔ (سبا) — چلو ان مین راتون اور دنون (ایام) بے خوف وخطر،

کیا اللہ تعالی کا یہ اظہار احسان تین دنون کے سفر مین سے صرف دس دن کے سفر کے ساتھ محدود ہے؟

پھر قاعدہ کیا ہے؟ قاعدہ یہ ہے کہ جب کسی لفظ کی دو جمعین آتی ہون، ایک قلت کی اور دوسری کثرت کی تو عموماً کمی دکھانے کے لیے جمع قلت اور کثرت دکھانے کے لیے جمع کثرت لائین گے، لیکن یہ قاعدہ ان الفاظ کے لیے نہین جنکی ایک ہی جمع آتی ہو، ان الفاظ کے لیے یہ قلت وکثرت کی سرے سے کوئی تخصیص وتحدید ہی نہین،

ورنہ لازم آیگا کہ عربی مین دس سے زیادہ دنون کے لیے ہم کوئی لفظ ہی نہ بول سکین، مثال یہ ہے کہ سیف (تلوار) کی جمع سیوف بھی آتی ہے، جو جمع کثرت ہے، اور اسیاف بھی آتی ہے، جو جمع قلت ہے، تو اکثر جہان کمی دکھانی ہوگی وہان اسیاف اور جہان کثرت دکھانی ہوگی وہان سیوف بولین گے،

مگر با این ہمہ یہ قاعدہ بھی کلیہ نہین، جاہلی شاعر فخر یہ کہتا ہے،

واسيافنا يقطرن من نجدة دما — اور ہماری تلوارون سے خون ٹپک رہا ہے،

ظاہر ہے کہ یہان تلوارون کی قلت مراد نہین ہو سکتی، اسی طرح عمرو بن کلثوم تغلبی (سبعہ معلقہ مین) فخر یہ کہتا ہے،

وأيامٌ لنا غرٌّ طوالٌ، — اور ہمارے لیے روشن اور لمبے دن ہین،

کیا اس سے مراد چند ہی دن ہونگے، چند لگا کر دیکھو کہ پھر شاعر کا فخر باقی رہتا ہے؟

اسیطرح لفظ قَرْء (حیض یا طہر) اسکی جمع قلت اَقْرَاء آتی ہے، اور جمع کثرت قُرُوء، اب قاعدہ کے مطابق ثلثہ (تین) کے ساتھ اقراء آنا چاہئے، نہ کہ قروء، مگر قرآن پاک مین تین کے ساتھ قروء آیا ہے،

کیونکہ یہی قواعد پر عبارت کی شستگی، اور توازن الفاظ کو فوقیت اور ترجیح حاصل ہے،

الغرض اس قاعدہ کا اگر تعلق بھی ہے تو صرف اُن الفاظ سے جنکی دونون قسمون کی جمعین آتی ہین، ورنہ وہ الفاظ جنکی ایک ہی قسم کی جمع آتی ہے، صرف جمع قلت یا صرف جمع کثرت، اُن مین یہ فرق کبھی ملحوظ نہین ہوتا، مثلاً دیکھو کہ رِجْل (پاؤن) کی جمع صرف ایک آتی ہے اور وہ اَرْجُل ہے جو جمع قلت ہے، مگر اسکا اطلاق دس اور دس سے ہزار ہا زیادہ پاؤن پر بھی ہوتا ہے، ورنہ لازم ہے کہ وضو مین پاؤن دھونے کا حکم صرف دس پاؤن تک کو محدود ہو،

وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ — اور اپنے پاؤن کو ٹخنون تک،

اور اس کے برخلاف لفظ رَجُل (مرد) ہے کہ اسکی جمع صرف رِجَال آتی ہے، جو جمع کثرت ہے تو اب چاہیے کہ ہم ثلثہ رجال اور عشرۃ رجال نہ بول سکین کہ اسکا اطلاق دس سے زیادہ پر ہوگا، تین سے دس پر نہین، مگر واقعہ یہ ہے کہ سرے سے یہ قاعدہ ہی نہین، ورنہ چاہئے کہ ایسے الفاظ جنکی صرف جمع قلت آتی ہے، ان کے

لیے دس سے زیادہ بول ہی نہ سکین اور جنکی صرف جمع کثرت آتی ہے، اونکی دس یا دس سے کم کی جمع بھی نہ بول سکین بلکہ
ایسی حماقت کا قاعدہ کسی زبان مین بھی ہو سکتا ہے ؟

اب ہم سند کے طور پر نحو کی سب سے مستند اور مشہور کتاب رضی شرح کافیہ پیش کرتے ہین مبحث جمع مکسّر کے آخر مین ہے:

واعلم انه اذا المريأت للاسم الا بناء	اور جاننا چاہیے، کہ جب کسی اسم کی صرف جمع قلت آئے
جمع القلة كأرجُل فی الرّجل، او الا جمع	جیسے رِجل (پاؤن) کی ارجُل یا صرف جمع کثرت آئے
الكثرة كرجال فی الرّجُل وكذا اكل جمع	جیسے رجُل (مرد) کی رجال، اور نیز ہر وہ جمع مکسّر ہو ایسے
تكسير للرباعی الاصلی حروفه وكما لا	چار حرفی لفظ کی ہو جس کے چارون حرف اصلی ہون اور
يجمع الا جمع كاجادل ومصانع فهو	نیز وہ لفظ جسکی جمع صرف اجادل، اور مصانع کے وزن پر
مشترک بين القلة والكثرة، وقد يستعا	آتی ہو، تو وہ قلت اور کثرت مین یکسان (مشترک) بولے
احدهما للاخر مع وجود ذلك الآخر كقوله	جاتے ہین اور کبھی دوسری جمع (قلت یا کثرت) موجود ہونے
تعالی ثلثة قروء، مع وجود اقراء،	کے باوجود ایک دوسرے کے موقع پر مستعار بولتے ہین
(رضی جلد دوم صفحہ ۱۵۵ مطبع نولکشور ۱۸۶۳ء)	جیسے قرآن مین ثلثة قروء ہے حالانکہ اسکی جمع قلت اقراء موجود تھی

امید ہے کہ ہمارے فاضل دوست کی عراقی سیاحت، رضی کی اس عبارت کے سمجھنے مین پوری مدد دیگی، اور عربی قواعد کی ناواقفیت سے جو احمقانہ قاعدہ تصنیف کیا گیا ہے، اور جس کی بنا پر قرآن کے مفہوم مین بھی ترمیم کی جسرأت کیگئی ہے، اسکی اصلیت پوری طرح سمجھ مین آجائیگی،

اب ہم کو یہ دکھانا ہے کہ ایّام کے سوا یوم کی کوئی دوسری جمع آتی ہی نہین، اس لیے اس مین کثرت وقلت کا سوال ہی لغو ہے، گو کہ اتنی واقفیت عربی کے ہر حرف شناس کو ہے، کہ وہ اسکو بے تامل تسلیم کرلے کہ یوم کی جمع سوائے ایام کے دوسری نہین، مگر چونکہ ہمارا مخاطب وہ ہے، جس کو اہل زبان سے ثلثین ایاما سننے کی بھی توقع تھی، حالانکہ اگر کسی اہل زبان سے سنتا بھی تو غلط ہوتا، اس لئے اس کی

تشفی کے لیے عربی کے کسی مشہور لغت کو پیش کرنا ضروری ہے، چنانچہ لسان العرب اس موقع پر پیش ہے:

اليوم معروف مقداره من طلوع الشمس	یوم کے معنی مشہور ہین، اسکی مدت آفتاب نکلنے سے اس کے ڈوبنے
الی غروبها والجمع ايّام لا يكسر الا على	تک ہے، اور جمع ایّام ہے، اس لفظ (یوم) کی جمع مکسّر نہین آتی
ذلك ... لم يستعملوا فيه جمع الكثرة،	لیکن اسی وزن (ایّام) پر ... اس (یوم) مین اہل عرب
(ج ۱۶ صفحہ ۱۳۷ مصر)	نے جمع کثرت نہین استعمال کی ہے،

اب تو غالباً ایّامًا مّعدُودات کی جمع قلت کا معما حل ہو گیا ہو گا، کہ دس دن ہون یا دس سے صدہا زیادہ، ہر حال مین ایّام ہی بولین گے، اور اس سے دس تک کی تخصیص سمجھنا قطعی ناممکن ہے،

سوال ہو سکتا ہے کہ روزہ کے حکم مین قرآن نے پہلے ابہام کے ساتھ "کچھ دنون" کا روزہ کہا اور پھر اس کے بعد ماہِ رمضان کہکر مہینہ بھر کی تخصیص بعد کو کیون کی، تو اسکا جواب یہ ہے کہ روزہ یون بھی سخت حکم ہے، اور اہل عرب کے لیے وہ اور بھی نہایت سخت تھا، اس لیے مہینہ بھر کا یک بیک حکم اُن پر نہایت گران گذرتا، اس لیے بلاغت کا اقتضا یہ تھا کہ پہلے دنون کا ابہام رکھا جائے، چنانچہ فرمایا گیا،

ایّامًا مّعدُودات (بقرہ ۲۳) کچھ گنے ہوئے دنون مین روزے فرض کئے گئے،

مگر دیکھئے کہ تنکیر کے ابہام کے باوجود معدود (گنے ہوئے دنون) کہنے سے اتنا ابھی ثابت ہے کہ وہ گنے [illegible] دن بھی ہون، مگر وہ گنے ہوے اور مقرر و متعین دن ہین، اب یہ سمجھنا چاہیے کہ "کچھ دن" اضافی لفظ ہے یعنی چند دن، یا کچھ دن مین تنکیر کی وجہ سے جو قلت معلوم ہوتی ہے، وہ قلت کسی نسبت کے مقابلہ مین ہے، مثلاً اگر ایک شخص نے کسی مسئلہ پر ایک ہزار صفحون کی کتاب لکھی ہے تو اس کے مقابلہ مین اس کے حریف نے اگر پچاس صفحون کا بھی رسالہ لکھا تو وہ چند ہی صفحے کہلائینگے، الغرض ایّامًا مّعدُودات مین تنکیر کی وجہ سے جو قلت سمجھی جاتی ہے، وہ چار یا پانچ یا دس تک کی ہی ضروری نہین، بلکہ صرف اسقدر ہے کہ وہ دوسرے کے مقابلہ کے لحاظ سے نسبتہً کم ہے،

اب غور کیجئے کہ سال کے تین سو ساٹھ دنون کے مقابلہ مین اگر تیس یا انتیس دنون کے روزے ہون تو وہ چند دن نہ کہلائین گے، تو کیا کہلائین گے، بااین ہمہ محدود ہونے کی وجہ سے وہ دن اپنی تعداد مین متعین ضرور ہین، گو ابھی یہ تعین مبہم ہے،

انگریزی دان اصحاب اس متعین تنکیر کے مفہوم کو انگریزی ترجمہ ACERTAIN NUMBER OF DA مین سمجھین کہ تنکیر کے باوجود اس کے اندر یہ بات موجود ہے کہ وہ تعداد متعین ہے، گو ابھی معلوم نہین کہ وہ تعداد کیا ہے ؟

کیا قرآن مین مہینہ بھر کے روزہ کا ذکر نہین ہے

قرآن پاک مین اس کے بعد روزہ کی چند آسانیون کا ذکر کر کے ماہ رمضان کی تعیین کر دی گئی، اور دکھا کر اس مہینہ کو روزہ مین گذارنے کی تاکید اسطرح کیگئی ہے، جس سے وہ پہلا ابہام جاتا رہا، اور تعداد متعین ہوگئی۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى	رمضان کا مہینہ وہ ہے جسمین قرآن لوگون کی رہنمائی
لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ	اور حق و باطل کی تمیز کی روشن دلیلین بنا کر اتارا گیا تو جو
فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ،	کوئی اس مہینہ مین موجود رہے تو چاہئے وہ اس

بعض لوگون کا فَلْيَصُمْهُ کا ترجمہ "اس مہینہ مین روزہ رکھے، کرنا، ہمارے نادان دوست کی لغزش کا باعث ہوا ہے، اور اسی سے اُن کو شبہہ ہوا ہے کہ رمضان مین چند روز بھی روزے رکھ لین، تو یہ کہنا صحیح ہوگیا کہ رمضان مین روزے رکھے، حالانکہ جن صاحبون نے ایسا ترجمہ کیا ہے، انھون نے جانتے سمجھکر نہین کیا ہے کہ بعد کے آنے والے ان کے الفاظ سے یہ غلط معنی سمجھین گے، کیونکہ اُن کے ذہن مین بھی یہ نہین آسکتا تھا، کہ اس سے کوئی رمضان کے چند دنون کے روزے مراد لیگا،

عربی مین قاعدہ یہ ہے کہ فعلِ مستمر کا جو مفعول فیہ (ظرف زمانی مفعول) ہوتا ہے، وہ اپنے فعل کا اس ظرف زمانی مین پورا استیعاب چاہتا ہے، اور یہی وہ فرق ہے جو مطلق ظرف جار زمانی اور ظرف زمانی مفعول مین امتیاز پیدا کرتا ہے، مثال کے لیے ان دو لفظون پر غور کرو،

ظرف زمانی جار	يَقُومُ فِي اللَّيْلِ	رات مین کھڑا ہوتا ہے

ظرف زمانی مفعول	يَقُومُ اللَّيْلَ	رات بھر کھڑا رہتا ہے

اب اسی پر فعلِ صوم کو قیاس کرو،

ظرف زمانی جار	فَلْيَصُمْ فِي الشَّهْرِ	مہینہ مین روزہ رکھے
ظرف زمانی مفعول	فَلْيَصُمِ الشَّهْرَ	مہینہ بھر روزہ رکھے

انگریزی خوان اس فرق کو ان دو ترجمون سے سمجھین،

FAST IN THE SAME MONTH.

FAST THE SAME MONTH.

ہر زبان کا اداشناس اس فرق کو پوری طرح محسوس کر سکتا ہے، اب غور کیجئے کہ قرآن مین روزہ کا حکم فی الشہر (مہینہ مین) کر کے نہین ہے، بلکہ الشہر (مہینہ بھر) کر کے ہے، کیا اب بھی کسی کو اس مین شک ہو سکتا ہے، کہ قرآن مین مہینہ بھر کے روزے کا ذکر نہین ؟ قرآن نے انتیس اور تیس دنون کے بجائے مہینہ کا لفظ اس لیے اختیار کیا کہ قمری مہینہ مین دنون کی تخصیص رویت ہلال کے بغیر نہین ہو سکتی، اس لیے مہینہ کا لفظ استعمال کیا، تاکہ بہترین اختصار کیساتھ انتیس دنون کا مہینہ ہو، یا تیس دنون کا مہینہ ہو، ہر ایک پر مہینہ کا لفظ صادق آسکتا ہے،

اب کوئی بتائے کہ ہم اس "فاضل اجل" کے فضل و کمال اور عقل و دانش کے خلاف کیونکر مظاہرہ کرین جو کہتا ہے کہ قرآن مین مہینہ بھر روزہ رکھنے کا حکم مذکور نہین ۔

ہم نے اوپر جو قاعدہ بیان کیا ہے، گو زبان کا ہر ذوق شناس اسکو اچھی طرح سمجھ سکتا ہے، تاہم مزید تشفی کیلیے ہم "ناقد بصیر" کو اصول فقہ مین بحث حروف جار پڑھنے کا مشورہ دیتے ہین، مثلاً کشف الاسرار بزدوی جلد دوم صفحہ ۱۸۵ قسطنطنیہ التقریر والتحبیر علی البزدوی جلد دوم صفحہ ۱۸۵ قسطنطنیہ التوضیح والتلویح صفحہ ۲۲۳ قسطنطنیہ ان سب مین یہ مذکور ہے کہ مفعول فیہ زمانی مین عموم و استیعاب و استغراق ہوتا ہے، نحو مین تھوڑی تفصیل مذکور ہے، جو حسب ذیل ہے،

ظرف زمان کی دو قسمین ہین، ایک وہ جو کتنے کے جواب مین ... ظرف الزمان علی ضربین، ما یصلح جواباً

لکم وھو مایکون معدودًا سواء کان معرفۃ او نکرۃ، فاذا کان کذا استغرقہ الفعل الناصب لہ ان امکن، کما اذا قیل لک کم سرت، فقلت شھرًا، استغرق السیر جمیع الشھر، لیلہ ونھارہ، الا ان تقصد المبالغۃ او التجوز، وکذا اذا قلت شھر رمضان، فان لم یکن استغراق الجمیع استغرق ما امکن، کما تقول شھرًا فی جواب کم صمت او کم سریت، فالاول یعم جمیع ایامہ، والثانی جمیع لیالیہ،

رضی جلد اول ص۱۶۲)

آتا ہے، اور وہ گنا ہوا ہوتا ہے، عام اس سے کہ وہ معرفہ یا نکرہ، توجب ظرف زمان ایسا ہو تو وہ فعل جو اس ظرف کو نصب دے رہا ہے، اگر ممکن ہوگا تو اس پورے زمانہ کو محیط ہوگا جیسے اگر تم سے کہا جائے کہ "تم کتنے دن چلے" تو تم نے جواب دیا کہ "ایک مہینہ" تو تمہاری چال پورے مہینہ کو مع دن اور رات کے گھیر لیگی، لیکن یہ کہ تم (بطور واقعہ کے نہین بلکہ) مبالغہ اور مجاز کے طور پر پورا مہینہ کہدو، اور ایسا ہی اگر تم نے جواب مین "ماہ رمضان بھر" کہدیا تو اگر پورے کا احاطہ ممکن نہ ہوگا جیسے تم کتنے روزے رکھے اور کتنے دن چلے کے جواب مین ایک مہینہ کہدو، تو پہلا (یعنی روزہ) مہینہ کے دنون سے متعلق ہوگا (کہ روزے اسلام مین دن ہی مین رکھے جاتے ہین) اور دوسرا (یعنی چلنا) مہینہ کی راتون سے مخصوص ہوگا (کہ عرب مین راتون

[illegible]

اب غور سے قرآن پاک کی آیت مذکورہ پر ایک تامل کی نگاہ ڈالو کہ وہ گنتی کے دنون کو بتانے کو ہے یا نہین، اور وہ کتنے دنون کے روزے کے جواب مین ہے یا نہین، اگر ایسا ہے تو اسکا ترجمہ "رمضان بھر کا روزہ ہوگا یا رمضان مین روزہ" ظاہر ہے کہ مہینہ کے جتنے دن جو شخص پاتا جائیگا، اتنے دن بھر کا روزہ اسپر فرض ہوتا چلا جائیگا اسی لیے فرضیت روزہ کے آغاز مین جسطرح قرآن نے

اَیَّامًا مَّعۡدُوۡدٰتٍ کچھ گنے ہوئے دنون مین

کہا اسی طرح آخر مین یہ کہا

وَلِتُکۡمِلُوا الۡعِدَّۃَ ، اور تاکہ گنتی کو پوراکرو،

تو اگر سرے سے قرآن نے روزون کی گنتی ہی مقرر نہین کی، تو اس گنتی اور شمار پر اتنا زور ہی وہ کیون دیتا، اس سے ثابت ہوا کہ فلیصمہ کا ترجمہ یہ ہے کہ "وہ اس مہینہ (رمضان) بھر روزہ رکھے" نہ یہ کہ اس مہینہ مین روزہ رکھے، یا صرف روزہ رکھے،

اب بحث یہ آئی کہ مہینہ بھر کے روزون کا ذکر مان بھی لیا جائے تو تیس اور انتیس دنون کے روزون کا تو ذکر نہین آیا؟ آپ اس اعتراض پر ہنستے ہونگے کہ کیا کوئی اتنا بیوقوف بھی ہو سکتا ہے جو مہینہ بھر اور تیس انتیس دنون کو دو چیزین سمجھتا ہے، تو ہم اپنے ناظرین کو تسکین دینگے کہ ہان ہم کو خوش قسمتی سے ایسے ہی عقلمندون سے واسطہ پڑا ہے، اس لیے ہم کو ایسی حدیثین نہین جن مین مہینہ بھر روزون کا ذکر ہو پیش کرنی ہین، بلکہ ایسی حدیثین پیش کرنی ہین جنمین تیس انتیس دنون کے روزون کا ذکر ہو، اور مجبورًا ہم کو اپنے "عقلمند حریف" کی خاطر یہ بھی کرگذرنا ہے، کیونکہ انکا دعوی ہے کہ ایسی کوئی حدیث انکی نظر سے نہین گذری جسمین انتیس یا تیس روزون کا ذکر ہو،

تیس انتیس دنون کے روزے حدیثون مین

۱- ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے رمضان کا ذکر کیا تو فرمایا روزہ رکھنا شروع نہ کرو جب تک پہلی کا چاند (ہلال) نہ دیکھو، اور نہ روزہ ختم کرو، جب تک پہلی کا چاند نہ دیکھ لو، اور اگر بادل ہون تو اندازہ کرلو، (بخاری الصوم)

اب ایک مہینہ کی پہلی کے چاند سے شروع ہوکر، دوسرے مہینہ پہلی کے چاند پر رمضان کے روزے ختم نہ ہوئے تو دوستو! حساب لگا کر اپنے حریف دوست کو بتاؤ کہ کے روزے ہوئے،

۲- ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ مہینہ انتیس ۲۹ دنون کا بھی ہوتا ہے تو روزے نہ رکھو یہانتک کہ اسکو (پہلی کے چاند کو) دیکھو، تو اگر بادل چھائے ہون تو گنتی تیس پوری کرلو، (بخاری الصوم)

دیکھ لیجئے کہ ابن عمرؓ کی روایت مین تیس روزون کا ذکر ہے، یا نہین،

۳- ابوہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جب پہلی کا چاند (ہلال) دیکھو تو روزہ شروع کرو،

اور جب اسکو دیکھو تو روزہ ختم کرد، (مسلم صوم)

حساب لگائیے کہ ایک پہلی کے چاند سے دوسری پہلی کے چاند تک کے دن ہوتے ہین کبھی تیس

۴- ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ پہلی کا چاند دیکھکر روزہ شروع کرو، اور اسکو دیکھکر ختم کرو، اور اگر

تو تیس گنو، (مسلم صوم)

(۵) ایک تابعی امیر معاویہ کے زمانے مین شام گئے، وہان جمعہ کی رات کو چاند نکلا، اور آخر مہینہ مین

آئے، تو حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے اُن سے چاند کا حال پوچھا، کہ تم نے کب دیکھا، انھون نے کہا جمعہ کی

کیا تم نے خود دیکھا، کہا ہان، مین نے بھی دیکھا اور سب لوگون نے دیکھا، اور سب نے روزہ رکھا اور معاویہ

بھی روزہ رکھا، ابن عباسؓ نے فرمایا ہم نے تو سنیچر کی رات کو دیکھا، تو ہم تو روزے رکھتے جائین گے، یہانتک

پورے ہوجائین (مسلم صوم)

۶- ابن عباسؓ سے روایت ہو کہ آنحضرت صلعم نے رمضان کے سوا پورے مہینہ کا روزہ کبھی نہین رکھا

یعنی رمضان مین پورے مہینہ کا روزہ رکھتے تھے، شہرًا کاملًا۔

۷- حضرت عائشہؓ کہتی ہین کہ آنحضرت صلعم نے کسی مہینہ پورا روزہ نہین رکھا، لیکن رمضان کا پورا مہینہ

روزہ مین گذارتے تھے، (بخاری، صوم)

استکمل شہر رمضان،

(۸) ابن عباسؓ سے روایت ہو کہ آپ نے فرمایا پہلی کا چاند دیکھکر روزہ رکھو، اور اسی کو دیکھ کر ختم کرو

اگر بادل چھا جائے تو تیس پورے کرو، (ترمذی، صوم)

(۹) عبد اللہ بن مسعودؓ کہتے ہین کہ ہم نے آنحضرت صلعم کے ساتھ تیس سے زیادہ انتیس دن کے روزے

(ترمذی و ابوداؤد صوم)

(۱۰) حضرت عائشہؓ فرماتی ہین کہ آنحضرت صلعم شعبان کے دنون کے گننے مین بڑا اہتمام کرتے تھے، پھر رمضان

کا چاند دیکھنے مین تو اگر مطلع غبار آلود ہوتا تو تیس دن پورے کرتے، (ابوداؤد صوم)

۱۱- ابن عباسؓ سے روایت ہو کہ آپ نے فرمایا کہ مہینہ سے ایک دو دن پہلے روزہ نہ رکھو، لیکن یہ کہ تمہاری

عادت کے روزے کے دن ہون، اور رمضان کا روزہ نہ رکھو یہانتک کہ پہلی کا چاند دیکھ لو، اور روزہ نہ رکھو،

یہانتک کہ اسکو دیکھ لو، پھر اگر (شوال کی پہلی کے چاند کے) درمیان ابر حائل ہوجائے تو تیس کی گنتی پوری کرلو،

پھر روزہ نہ رکھو، اور مہینہ انتیس کا بھی ہوتا ہے، (ابوداؤد، صوم)

۱۲- حذیفہ بن یمان صحابیؓ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مہینہ (رمضان) سے پہلے روزہ شروع نہ کرو

یہانتک کہ پہلی (رمضان) کا چاند دیکھو، یا (شعبان کی) گنتی پوری کرو، پھر روزہ رکھو، اور روزہ نہ توڑو

یہانتک کہ پہلی (شوال) کا چاند دیکھو، یا (رمضان کی) گنتی پوری کرو، (نسائی، صوم)

۱۳- ربعی سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب پہلی کا چاند دیکھو تو روزہ رکھو، اور جب پھر اسکو دیکھو

تو روزہ ختم کرو، اور اگر ابر ہو تو شعبان کو تیس پورا کرو، لیکن یہ کہ پہلی کا چاند اس سے پہلے دیکھ لو، پھر رمضان کے

تیس روزے رکھو، لیکن یہ کہ اس سے پہلے ہی تم پہلی کا چاند دیکھ لو، (نسائی، صوم)

ابھی حدیث کی اور بہت سی کتابین باقی ہین، استقصا مقصود نہین، صرف مضمون نگار کو یہ دکھانا تھا کہ

اس کا یہ کہنا کہ انتیس تیس روزون کا ذکر کتب حدیث مین اسکی نظر سے نہین گذرا، کہان تک سچ ہے؛ اور اگر سچ ہے

تو در حقیقت اسکی نظر سے حدیث کی کتابین، گذرین ہی نہین،

چاند پر خاک ڈالنے کی کوشش اس محقق نے ان حدیثون کے اردو ترجمہ کی کتابون مین ہلال کا ترجمہ چاند دیکھکر یہ

ثابت کرنا چاہا ہو کہ رمضان کے آخری عشرہ مین چاند جب پچھلی پہر نکلے، تب اُس چاند کو دیکھکر کھانا پینا بند کرکے

روزہ شروع کرنا چاہئے، مگر اس بر خود غلط فاضل کو اپنی اس مضحکہ انگیز تحقیق پر بشرطیکہ ذرا بھی عقل سلیم ہو یہ سنکر

تو ہنسی آئیگی، کہ ان حدیثون مین سے کسی مین بھی چاند یعنی قمر کا لفظ نہین، بلکہ ہلال کا لفظ ہو، جسکا اطلاق پہلی

زیادہ سے زیادہ تیسری تک کے سر شام کے چاند پر ہوتا ہے، پچھلی کے چاند پر نہین، جو آخر شب

مین پورا ہو کر نظر آتا ہو، اگر اس کے خلاف وہ لب کشائی کی ہمت کرتا ہو، تو حقیقت مین وہ فن لغت سے مذاق کرنے

کی کوشش کرتا ہے،

اس لیے ہمارے بازیگر محقق کا ان حدیثون مین ہلال دیکھکر روزہ رکھنے کا مطلب یہ سمجھنا کہ اکیسوین کی شب کو پچھلی کا چاند دیکھکر روزہ شروع کیا جائے، جہالت نہین، جنون ہے،

اصل مین یہ روزہ رکھنے سے مقصود ماہِ صیام کے روزون کا آغاز کرنا ہے، اگر وہ یہ سمجھ سکتا تو اسکو اس مضحکہ انگیز غلطی مین مبتلا نہ ہونا پڑتا، کہ پچھلی پہر اٹھکر چاند جبوقت دیکھو، روزہ شروع کردو،

ان حدیثون کے اردو ترجمون مین بعد کا ٹکڑا یہ ہے کہ اور "چاند دیکھکر افطار کرو" یہ بیچارہ عراقی عربی کا حرف شناس افطار کے ایک ہی معنی جانتا تھا کہ "دن بھر کا روزہ توڑنا" اب اسکو یہ دقت پیش آئی کہ روزہ تو پھر آغازِ شب مین توڑا جائیگا، مگر قمری مہینہ کے آخری عشرہ کی ابتدائی راتون مین تو کوئی چاند ہی سرے سے نظر نہین آتا تو اسکو مجبوراً یہ مشکل یون حل کرنی پڑی کہ اس حدیث مین جو اس کے علم مین صرف ابوہریرہؓ سے منقول ہے غلطی ہوئی ہے، اُن کو چاند کی جگہ ستارہ کہنا چاہئے تھا، مگر جناب والا یہ غلطی ایک ابوہریرہؓ ہی سے نہین ہوئی ہے، بلکہ کم از کم دس بارہ صحابیون سے ہوئی ہے، کیا ایسی متفقہ غلطی آج تک کسی نے سنی ہے؟ تمام صحابہؓ نے بالاتفاق ہلال کا لفظ استعمال کیا ہے، چاند (قمر) کا نہین، ستارون (نجوم) کا نہین، اب کون بیوقوف کہہ سکتا ہے کہ نعوذ باللہ یہ صحابہؓ ایسے کم عقل اور یہ اہلِ زبان ایسے نادان تھے کہ ہلال (پہلی کے چاند) اور مطلق چاند اور ستارون مین کوئی فرق محسوس نہین کرتے تھے، اور ایسے عملی حسّی مشاہدہ مین جو ہر سال انتیس تیس دن اُن کے سامنے گذرتا تھا (بلکہ نوافل صیام کو ملا کر تعداد اور زیادہ بڑھ جائیگی) مگر پھر بھی اس کے بیان کرنے مین ایسی فاش غلطی کرتے تھے، کہ ستارہ کی جگہ، اُن مین ہر شخص غلطی سے چاند ہی نہین بلکہ ہلال بول دیتا تھا، اور اسی پر عمل کر دیتا تھا،

درحقیقت اس عراقی عربی کے حرف شناس سے جسطرح ہلال دیکھکر روزہ شروع کرنے کے معنی سمجھنے مین غلطی ہوئی ویسی ہی ہلال دیکھ کر روزہ ختم کرنے کے معنی سمجھنے مین غلطی ہوئی، اور بالآخر اُسکو اس دلدل مین پھنسنا پڑا، افطار جسطرح ہر دن کے روزے توڑنے کو کہتے ہین اسی طرح پورے ماہِ صیام کے روزہ کے ختم کرنے کو بھی کہتے ہین اسی لیے

روزون کے بعد کی عید کو عید الفطر کہتے ہین، یعنی روزہ ختم کرنے کی خوشی کا دن، ان حدیثون مین ہلال (پہلی کا چاند) دیکھکر روزہ ختم کرنے کا جو بیان ہے، اس سے مقصود، ماہ صیام کو ختم کرنے کے ہین،

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ پہلی کا چاند (یعنی یکم رمضان کی شب کا چاند) دیکھکر رمضان کے روزے صبح سے شروع کرو، اور پھر دوسری پہلی (یعنی یکم شوال کی رات) کا چاند دیکھکر رمضان کے روزے ختم کرو،

اگر مضمون نگار کی عقل کے مطابق ان حدیثون کا مطلب یہ سمجھا جائے کہ ہر روز کے روزہ کو ہلال دیکھکر شروع، اور ہلال دیکھ کر ختم کرو، تو قباحت یہ لازم آئیگی کہ اس محقق کو اواخرِ رمضان کے بجائے جیسا کہ وہ ثابت کرنا چاہتا ہے، صرف پہلی یا حد سے حد دوسری اور تیسری رمضان کے روزے ماننے پڑینگے جنمین ہلال (نیا چاند) نظر آسکتا ہے، مگر اس پر بھی ان دنون مین ہلال دیکھکر روزہ توڑنے کا مطلب تو بنجا سکتا ہے، مگر ہلال دیکھکر روزہ رکھنے کا مطلب تو بدرستی ہوش وحواس، قیامت تک نہین بن سکتا، الّا یہ کہ کوئی ہمارے محقق کی طرح ہلال کے معنی ستارون کے سمجھے یا اس پورے چاند کے سمجھے جو قمری مہینون کی آخری راتون مین نکلا کرتا ہے، مگر ایسا سمجھنا کیا عقل و ہوش اور علم و دانش سے محرومی کا اعلان نہین ہے؟

پھر اس جہالت کا ماتم کس طرح کیا جائے، کہ ایسی بے بنیاد اور صد درجہ نادانی اور کم علمی کی باتین کہی جاتی ہین اور ان کا نام تحقیقات بلکہ مرعوب کن لفظ "حدیث پر تحقیق" رکھا جاتا ہے، اور اردو کے ایک ایسے پرچہ مین جو علم کی خدمت کا بھی مدعی ہے، شائع ہوتا ہے، اور مذہب کو عقل و دانش کے معیار پر پرکھنے والے نوجوان اس کو پڑھتے ہین، اور پسند کرتے ہین، ہم نہین جانتے کہ اس حادثۂ علمی پر اس "مجنون محقق" کا ماتم کرین، یا اپنے زود فریب نوجوانون کا جو ہر فضول گو کو محقق، اور ہر مشکل نویس کو فلسفی، اور ہر پریشان نگار کو انشا پرداز سمجھتے ہین، اور سر نیاز جھکا دیتے ہین،

تواتر عمل کا انکار حماقت ہے

جو بات ہم کو سب سے پہلے کہنی چاہئے تھی وہ آخر مین کہتے ہین، آج اسلام کے عقائد کی تحقیق کیجا رہی ہے کہ وہ کہانتک اصول اسلام سے ثابت ہین، اور اس تحقیق مین یہ بھلا دیا جاتا ہے کہ اسلام

تخیلی نہین، بلکہ سرتاپا علمی مذہب ہے، جس دن سے نماز پنجگانہ کا حکم ہے اُس وقت سے لیکر آج تک نماز پنجگانہ اسی طرح اور انھین اوقات مین پڑھی جارہی ہے جنمین اسوقت پڑھی گئی، جب اسکا حکم پہلے دن نازل ہوا تھا، رمضان کے روزے، اسی طرح اور انھین دنون مین رکھے جاتے ہین، جسطرح اُس سال رکھے گئے جس سال یہ حکم نازل ہوا، اُسوقت سے لیکر آج تک تیرہ صدیان اس حکم پر اس طرح گذرین، کہ آنحضرت صلعم کے باقی عہد حیات سے لیکر خلفاے راشدین رض کے زمانہ خلافت تک، اور پھر تابعین و تبع تابعین سے لیکر اس سنہ ۱۳۵۰ھ کے رمضان تک ہر ملک، ہر شہر ہر قریہ کے مسلمانون نے، اور مسلمانون کے ہر فرقہ نے بلا اختلاف رمضان کے پورے ماہ کے روزون کی فرضیت کو سمجھا اور عمل کیا، اب آج کسی گوشہ سے ایک گمنام اٹھتا ہے، اور "بڑی تحقیق" کے بعد کہتا ہے، کہ رسول اللہ صلعم بھی غلطی مین مبتلا رہے، خلفاء رض بھی غلط سمجھے، عام صحابہ رض بھی حقیقت سے ناواقف رہے، ائمہ مجتہدین، محدثین، فقہاء، علماء بھی سارے کے سارے دھوکے مین رہے، اور تمام مسلمان بھی اب تک اس نادانی مین مبتلا رہے، اور ہین، اور تیرہ سو صدیان اسی نادانی اور جہالت مین گذر گئین، اور اب اس حکم کی اصل حقیقت عراق کے جنگی سفر مین، ایک نومسلم عیسائی پادری کی بامعنی ملاقاتون مین مجھپر منکشف ہوئی، تو ایسے گمراہ کو صرف گمراہ کہنے پر قناعت کرنا لغت کی بے بسی کا اظہار ہے،

سیرۃ نبوی کی تدلیس مضمون نگار نے ہماری سیرۃ نبوی جلد دوم کے حوالہ سے لکھا ہے کہ مولانا شبلی مرحوم نے بھی لکھا ہے کہ "اصل مین تین ہی روزے فرض تھے" اگر مدعی کے فریب کا حال سیرت کی اصل عبارت سے معلوم ہوسکتا ہے،

"اہل عرب روزہ کے بہت کم خوگر تھے، اول اول روزہ ان پر شاق ہوا، اسلئے نہایت تدریج کے ساتھ روزہ کی تکمیل کیگئی، اول اول آنحضرت صلعم جب مدینہ مین تشریف لائے تو سال مین تین روزے رکھنے کا حکم دیا، پھر روزے کی فرضیت نازل ہوئی، تو یہ اختیار رہا کہ جو شخص چاہے روزہ رکھے، اور جو چاہے روزہ کے بدلے ایک غریب کو کھانا کھلادے، رفتہ رفتہ

جب لوگ روزے کی خوگر ہو چلے تو یہ آیت اتری

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ — جو رمضان کا مہینہ پائے وہ ضرور (اسکو) روزہ رکھے،

(بقرہ)

اب بالتعیین روزہ فرض ہوگیا اور فدیہ کی اجازت جاتی رہی،

ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ سال مین تین روزون کے رکھنے کا حکم رمضان کے روزون سے قبل کا بیان ہے، رمضان کے روزون سے اس تعداد کا کوئی تعلق نہین،

ع = جو اس پر بھی نہ وہ سمجھے تو اُس بت سے خدا سمجھے،

دائرۃ المعارف النظامیہ،
اور
کتب قدیمہ کی اشاعت،

از

جناب مولانا محمد سورتی صاحب، قرول باغ دہلی

بعض پچھلے پرچون مین دائرۃ المعارف کی آئندہ قابلِ اشاعت کتابون کی فہرست شایع کی گئی تھی، اور اہلِ نظر اصحاب سے اُس پر نقد و تبصرہ اور اضافہ معلومات کی درخواست کی گئی تھی، مولانا نے اس تقریب سے یہ ذیل کا مضمون لکھا ہے، گو مولانا کا لہجہ کہین کہین نقد کے حدود سے آگے بڑھ گیا ہے، تاہم صرف اس لئے کہ اس مین بہت سی مفید باتین اور مفید اصلاحین ہین، ہم ان کو شائع کرتے ہین،

کام کی جو اصلی دقتین ہوتی ہین وہ اس قدر ناقابلِ بیان ہوتی ہین کہ گو نظری حیثیت سے وہ چندان قابلِ اعتنا نہین معلوم ہوتین، لیکن جب کام کرنے بیٹھئے تو ان کی عملی دقتین ہر قدم پر محسوس ہوتی ہین،

دائرۃ المعارف اس کس مپرسی اور ناقدردانی کے عالم مین جو کچھ بھی کر رہا ہے وہ علم و فن کے ہر قدر شناس کی نگاہِ تحسین کا مستحق ہے، اور مولانا بھی اسکی کوششون کی اسی قدر عزت کرتے ہین، مگر چاہتے ہین کہ یہ کام اعلیٰ سے اعلیٰ معیارِ نظر کے مطابق ہو تاکہ عربی علوم کو حقیقی شہرت، ہندوستان کو اصلی عزت اور علماء کو پوری مدح و تعریف کا استحقاق حاصل ہو،

امید ہے کہ ناظرین اس مضمون کو اسی نظر سے پڑھین گے اہلِ دائرہ کی طرف سے اگر کوئی جواب موصول ہوگا، تو وہ بھی خوشی کے ساتھ جگہ پائیگا،

"معارف"

عرصہ ہوا مین نے رسالہ جامعہ بابت جنوری ۳۶ء مین ایک مضمون دائرۃ المعارف کے چہل سالہ علمی و عملی کارنامہ پر لکھا تھا، اس مین تمام علمی رسائل و اسلامی اخبارات سے یہ اپیل کی تھی کہ وہ بے لاگ صحیح تنقید اختیار کرین جس سے قوم کی علمی و ذہنی ترقی کے راستے واضح ہوسکین، اور جو کچھ ہمارے نقائص و اغلاط ہین سامنے آجائین، تاکہ صراطِ مستقیم پر چلنے والے علی بصیرۃ اسے اختیار کرسکین،

تنقید وہ بہترین اصول ہے کہ اگر اسے صحیح طور پر انجام دیا جائے تو ہمارے تمام کام اصلاح پذیر ہو سکتے ہین، اسی کی بدولت ہم ایک دوسرے کے واسطے آئینہ کا کام دے سکتے ہین،

مسلمان اپنے تمام کامون کو عام طور پر مدارات و مداہنت یا آپس کے نزاع و شقاق، تحاسد و نفاق کی وجہ سے برباد کرچکے اور کر رہے ہین، وقت نہایت قیمتی اور ضرورت حد سے زیادہ ہے، مگر افسوس کہ آج نہ ہم اپنے علمی ادارون کی صحیح اصلاح کرنے کے واسطے تیار ہین نہ دوسرے حیات بخش شعبون کی طرف کوئی غائر نظر ڈال سکتے ہین، اولاً ہم مین احساس ہی مفقود و معدوم ہے، پھر احساس کے ساتھ قوتِ ارادی و عملی کا وجود نہایت مستبعد،

ہمارے مدارس قدیمہ و جدیدہ آپس کے تنگ نزاع مین غرق اور تحاسد و تنافس مین تباہ و برباد ہو رہے ہین، اصلاح کیونکر ہوسکتی ہے اس کا امکان کجا؟

متی یبلغ البنیان یوماً تمامہ اذا کنت تبنیہ و غیرک یھدم

یخربون بیوتھم بایدیھم و ایدی المومنین فاعتبروا یا اولی الابصار!

آج ہمارے مدارس علم و اخلاق، صحیح تعلیم و تربیت، دین و فضل، حیات قومی و ملی سے خالی نظر آتے ہین، نہ وہان اسلامی شان و شوکت پائی جاتی ہے نہ اسلامی ہیئت و صورت، نہ ظاہر نہ باطن، بلکہ ہم اسلام کے نام سے اسلام شکن، اعدائے دین پیدا کرتے ہین، یا ایسے نام کے مسلمان جو اسلام کی جڑ بنیاد اکھیڑنے والے وہان سے نکلتے ہین، الد الخصام ثابت ہوتے ہین، یہ اسلام کے واسطے وہ کچھ کر گذرتے ہین، جو اعدائے دین

کسی طرح نہیں کر سکتے!!!

من از بیگانگان ہرگز نہ نالم ، که بامن انچه کرد آن آشنا کرد.

یہ ایک طویل و عریض داستان ہے، جس کے واسطے جو کچھ کیا جائے کم ہوگا، مگر اس وقت مجھے ایک اسلامی ادارہ کے متعلق کچھ کہنا ہے، لہذا اپنے اصل مضمون پر عود کرتا ہون،

دائرۃ المعارف سرکار نظام خلد اللہ ملکہ وعظمتہ کی سلطنت مین ایک اعلیٰ علمی و اسلامی خدمت کا ایک الیسا مرکز ہے، جس کی نظیر آج اسلامی دنیا کی دوسری کسی سلطنت مین نہین پائی جاتی، اس نے علوم اسلامیہ کی تجدید و احیاء مین معتد بہ حصہ لیا اور لے رہا ہے، اس کی بدولت ہمین علمائے اسلام کے بہت سے علمی تحقیقات کے انمول موتی دستیاب ہوئے، متعدد علمی تحقیقات بالخصوص حدیث و رجال و تاریخ اسلام مین عمدہ مدد ملی، البتہ اس کی اشاعت کا دائرہ جیسا چاہئے وسیع نہین کیا گیا، نہ اسے ایک عظیم الشان تجارت خانہ کی صورت مین منتقل کیا گیا جو اس کے استحکام و ترقی کا باعث ہوتا، کم از کم اس کی توفیر اشاعت و تجارت سے "کتبخانہ آصفیہ" کی اتنی اعلیٰ پیمانہ پر مالی مدد کیجاتی کہ وہ دنیا مین علوم اسلامیہ کا بہترین اور درجہ اول کا خزانہ بنجاتا، بغداد و دیگر ممالک مین جسقدر اعلیٰ اور نادر کتابین ملتین، ہر ممکن صورت سے فراہم کیجاتین خواہ قیمت سے خریدی جاتین یا نقل و عکس سے حاصل کیجاتین، اس طرح اسلام کے علمی سرمایہ کا جو کچھ حصہ بچا ہوا ہے تلف ہونے سے محفوظ کر لیا جاتا، یہ اسلامی دنیا مین ایک عظیم الشان خدمت شمار ہوتی، نیز تبادلہ مین دنیا کی اعلیٰ مطبوعات کا ذخیرہ بھی جمع ہو جاتا،

غالباً جامعہ کے بعد معارف نے ایک مضمون اسکی بابت لکھا تھا جسمین اصلاحی امور کی طرف اس کے ارکین کو متوجہ کیا گیا تھا، مگر اس نے بجائے اصلاح مباحثانہ و مجادلانہ صورت اختیار کر لی اور وہ سلسلہ ختم ہو گیا،

اب تک ہماری یہ حالت ہے کہ صحیح تنقید کے صبر و سکون سے متحمل نہیں ہو سکتے، اگر زیادہ اثر

[illegible] بدل کیا تو وہ [illegible] صورت سے ترک کرنے پر مائل ہو گئے، ورنہ فضول بحث و مجادلہ کی شکل اختیار کی جس طرح [illegible] نتیجہ خیز نہیں ہو سکتی، نہ اس سے کوئی مفید علمی اثر پیدا ہو سکتا ہے،

آیئے ہم ایک نظر دائرہ کے مطبوعات پر بھی ڈال لین، تاکہ گذشتہ سے آیندہ کے لئے کچھ ذخیرہ [illegible] ہو سکے، اور ماضی سے مستقبال کو درست کر سکین، اوّلاً جسقدر کتابین اس نے شایع کی ہین، ان [illegible] تقسیم کر لیجئے، اعلیٰ، متوسط، اور ادنیٰ، پھر بغور دیکھئے کہ ان مین ادنیٰ کس قدر ہین اور اعلیٰ کتنی؟ [illegible] اشاعت کس طرح ہوئی [illegible] تصحیح و تحشیہ طباعت وغیرہ مین کیا حیثیت قائم کی گئی، اور کس درجہ کامیابی [illegible] قانون کے رو سے، دائرۃ المعارف کو صرف اعلیٰ درجہ کی کتابین اپنے سامنے رکھنی چاہئے تعجب [illegible] اس نے اپنا مقصد آٹھوین صدی ہجری تک کی ایسی نادر کتابون کی اشاعت مقرر کیا تھا جو فنی حیثیت [illegible] کوئی خاص اہمیت رکھتی ہون"

ابتداءً اس نے نہایت اعلیٰ و عمدہ کتابین انتخاب کین، پھر رفتہ رفتہ نہایت معمولی اور ادنیٰ درجہ [illegible] کی اشاعت شروع کی، اور [illegible] نہین کو راس المال بنا لیا، چنانچہ پچھلے اصول موضوعہ کی بنا پر ہم ان کتابون [illegible] لکھی جاتی ہین، جب غور کرتے ہین تو یہ حقیقت سامنے آجاتی ہے کہ اس قانون کا خیال [illegible] بنا پر ترک کر دیا گیا،

[illegible] اللهب والرقيم ، ۲ - اعجاز القرآن قونوی ، ۳ - جامع المسانید ، ۴ - کنز العمال [illegible] مین وفات پائی، اور اس کا ملخص مسند احمد کے حاشیہ پر شائع ہو چکا تھا، ۵ - المعتقد [illegible] ۶ - احادیث قدسیہ ، ۷ - قرۃ العین ، ۸ - رسائل خمسہ اسانید ، ۹ - الخصائص الکبریٰ [illegible] مناقب الامام اعظم ، ۱۱ - الروضۃ البہیہ ، ۱۲ - السمط المجید ، ۱۳ - شفاء السقام [illegible] الروح ، ۱۵ - الرسائل التسعہ للسیوطی ، ۱۶ - فتح المتعال ، ۱۷ - الاقتراح ، [illegible] الارتضیہ ، ۲۰ - المنحۃ السرّاء ، ۲۱ - مفتاح السعادۃ ، جس [illegible]

نے ۱۲۶۲ھ مین وفات پائی،

۲۲- دستور العلما، ۲۳- التحفۃ النظامیہ، ۲۴- الفقہ الاکبر، خدا جانے اس کے مکرر شائع کرنے مین کیا علمی مصلحت دیکھی گئی،

یہ اور اسی قسم کا بڑا حصہ شائع کیا گیا، جو مطبوعات مین اغلبیت واکثریت کا حکم رکھتا ہے، ایسی معمولی کتابین نہ تجارت کے نقطۂ نظر سے کامیاب، نہ اصول موضوعہ کی حیثیت سے کچھ زیادہ مفید ثابت ہونگی، پھر جو ادارہ محض علمی خدمت کے لئے قائم ہوا ہو، اس کی شان سے بہت بالاتر ہے، کہ وہ اپنا نصب العین چھوڑ کر ایسی معمولی چیزون پر اتر آئے، اگر کسی وجہ سے اعلیٰ سے تنزل کی ضرورت ہی محسوس ہوئی تو متوسط درجہ پر قناعت ازبس ضروری تھی، غرض اس طرح بجائے دوسری تیسری چوتھی صدی کی تالیفات کی پانچوین چھٹی بلکہ آٹھوین صدی کے مخصوص مولفین کی اعلیٰ علمی کتابین انتخاب کرکے شایع کیجاتین، کیونکہ دنیا کی تمام رطب ویابس کتابون کی حفاظت نہ کوئی ضروری چیز ہے، نہ علمی نقطۂ نظر سے کسی طرح مفید ہوسکتی ہے، اور نہ دائرہ کے اصول کے تحت کسی طرح اسے لاسکتے ہین،

حسن انتخاب کے بعد امور ذیل کا خاص ملاحظہ ہونا چاہیے تھا تاکہ علمی ادارہ کی شان کے [illegible] انجام پاتا،

[illegible]ح ومقابلہ | دائرہ کے لئے اس سے کوئی مفر نہین کہ اس کا مطبوعہ نسخہ تصحیح ومقا[illegible] سے خاص اعلیٰ درجہ پر ہوتا، کیونکہ اس کے بغیر کوئی کتاب علمی نقطۂ نظر سے کسی طرح قابلِ اعتما[illegible] متعدد نسخون سے بغایت حزم واحتیاط مقابلہ کیاجاتا اور اس طرح ایک اعلیٰ نسخہ تیار کرکے اسے [illegible] اس کے ساتھ اختلاف نسخ، فہرست اغلاط وغیرہ کا بھی خاص اہتمام ہوتا،

افسوس ہے کہ اب تک دائرہ نے اس قسم کا کوئی کام انجام نہین دیا، جسے ہم بلا توقف اعلیٰ درجہ کا شمار کر سک[illegible]

ا۔ معارف:۔ مگر یہ شکر ہے کہ پہلے سے زیادہ اب اسکا خیال رکھا جاتا ہے،

برعکس اکثر کتابین باوجود اعلیٰ وصحیح نسخون کے ہوتے ہوئے ایسی غلط، ناقص اور محرف طبع کین کہ جنکی بدولت اسے بدنام ہونا پڑا، اور یورپ سے بھی اس کی غلط پروری کی داد دیگئی، اس جگہ بطور نمونہ چند کتب کا حوالہ مناسب ہوگا،

الف، مسند ابی داؤد الطیالسی، یہ اعلیٰ درجہ کی کتابون مین شمار ہوتی ہے، اس کے عمدہ صحیح نسخے ہندوستان مین تھے جن سے یہ شائع ہوئی مگر افسوس یہ نہایت غلط حذف واسقاط کے بعد ایسی شایع ہوئی کہ اگر یہ نہ شایع ہوتی تو بہتر تھا، یا اس کے لئے ازسرنو دوبارہ اشاعت کی تکلیف گوارا کیجاتی، کیونکہ خوش قسمتی سے اس کے آخر مین خلافِ قاعدہ ایک ضمیمہ غلط نامہ کا شایع کردیا گیا ہے، جس سے راز سربستہ آشکارا ہوگیا یعنی کتاب کا ثلث یا ربع حصہ قابل نقل اور لائق حک وضرب ہے، آج کون ایسا شوقین علم دوست ہے کہ اس عظیم ترمصیبت کو قبول کریگا،

ب، دلائل النبوۃ ابو نعیم اصبہانی کی اعلیٰ تصنیف ہے، مگر نہ معلوم کیسا غلط محرف ومصحف اور ناقص نسخہ تھا جس سے یہ شایع ہوئی، اس مین صفحے کے صفحے غائب، اور روایات کا تو کچھ ذکر ہی نہ کیجئے، پھر اس پر طرہ یہ کہ جہان اصل نسخہ مین بیاض تھی، اراکین مطبع نے اپنی طرف سے اسے باقی رکھنا پسند نہ کرکے صاف کردیا، گویا یہ نسخہ معجون مرکب ہوگیا، یا تو اسے شایع ہی نہ کیا جاتا جیسا کہ غلطی سے تاریخ یافعی جیسی معمولی کتاب کو بلا تصحیح بے حد بیاض کے ساتھ خواہ مخواہ شایع کردیا، حالانکہ ہندوستان مین اس کے متعدد نسخے موجود ہونگے، یا اسکی تصحیح وتہذیب کی پوری سعی کیجاتی،

ج، جمہرۃ اللغۃ، ابن درید، بلاشبہہ یہ ابتک پہلی اور آخری کتاب تھی، جس کا صحیح ترین نسخہ دائرہ کو حاصل ہوا، اس کی تصحیح مین خاص اہتمام کیا گیا تھا، مین نے بھی اس کی تصحیح وتحشیہ کی خدمت انجام دی تھی، اور پوری کتاب کی فہرست (انڈکس) لغات، اشعار، وغیرہ ایک مجلہ مین تیار کرکے دی تھی، اسی کے ذیل مین جناب نواب عماد الملک بہادر مرحوم کی سعی بلیغ سے دائرہ کو ایک لاکھ روپیہ تصحیح وتہذیب کے نام سے سرکار عالی نے عطا فرمایا تھا، باوجود ان تمام امور کے تعجب کی انتہا نہ رہیگی جب کہ یہ معلوم ہوگا کہ

ساری محنت دفترِ طباعت مین ضائع و بیکار ہوگئی، اس طرح موجودہ نسخہ غلط اور بے قاعدہ طبع ہوگیا اللغت کی کتاب مین غلطی بہت ہی خطرناک ہے، نیز اس کی طباعت مین تقطیع وغیرہ کا بھی کوئی خاص لحاظ نہین کیا گیا،

....

جز اول کی طباعت پر مین نے دفتر کو لکھا تھا[1]

۲۔ تقطیع و کاغذ کا خاص خیال رکھنا — آج دنیا کا مذاق بدل چکا، پرانی طویل وعریض تقطیع جو بمشکل آج کل کے لوگ اٹھا سکین، اب بہت ناپسند کیجاتی ہے، موزون تقطیع، عمدہ کاغذ کی قدر ہے، مگر نہ معلوم دائرۃ المعارف نے اپنی پرانی عادت قائم رکھنے مین کیا مصلحت خیال کی ہے، آیا قدیم کتابون کے واسطے قدیم طرزِ عمل بھی درکار ہے، اگر ایسا ہے تو قلمی کتابون کے مطابق طباعت مین وہی اصل کی تقطیع تجویز کیجائے، تاکہ نقل مطابق اصل ہوسکے،

۳۔ حروف و طریقۂ طباعت کی اصلاح — یہ بھی ایک اہم بات ہے، مصر وغیرہ مین طباعت جس درجہ پہنچ چکی ہے دائرہ کو اس کی طرف خاص توجہ مبذول کرکے تمام حروف و طریقۂ طباعت بدل دینا چاہئے،

۴۔ فہرست اور کیٹلاگ کا الحاق، — ہر کتاب کے ساتھ ضروری فہرست نئے طریق پر لازمی چیز ہے، اس کی بدولت مطالعہ کرنے والے کا بہت سا وقت بچ سکتا ہے، اور بعض اہم باتین مختصر وقت مین حاصل ہوجاتی ہین، اس کی قدر وہی شخص جانتا ہے، جسے کسی مضمون کی تلاش مین وقت صرف کرنا پڑا ہو، تذکرۃ الحفاظ کا جدید نسخہ ایسا چھپا ہے جسمین فہرست کا اضافہ ہوا، مگر نہایت مہمل اور ناقص، اور مکرر ہے، جس سے ہرگز کوئی فائدہ کسی قسم کا نہین پہنچ سکتا، مکمل فہرست ہر ہر نام کی ایسی درکار تھی جس سے کتاب کی کوئی بات نہ رہجاتی، جس پر عمل نہین کیا گیا، سنن بیہقی کی جدید اشاعت ہورہی ہے اس مین بھی فہرست کا طرز نہایت غلط اختیار کیا گیا ہے، میری ناقص رائے مین جب تک کتاب مکمل نہ ہو تب تک یہ فہرست تطویل بے معنی سے زیادہ وقعت نہین رکھتی، کتاب کے مکمل ہونے پر متفرق قسم کی مکمل فہرستین جدید طریقہ کے مطابق مرتب کرکے لگائی جائین، اور غلط نامہ کا بھی اضافہ کیا جائے، کیونکہ اغلاط مین بھی کمی نہین معلوم ہوتی،

[1] [illegible] ... کا واقعہ لکھا تھا جس کی اشاعت کی ضرورت نہ تھی،

۵۔ حواشی — حواشی وغیرہ کا کوئی خاص اہتمام نہین، نہ اس کا کچھ خیال کیا جاتا ہے، کہ مؤلف نے اس تالیف مین کن کن کتابون سے زیادہ مدد لی ہے، اور تالیف کے وقت کون سی کتابین اس کے پیشِ نظر ہون گی، اس لحاظ سے انھین سامنے رکھنا تصحیح و مقابلہ مین کس قدر مدد پہنچا سکتا ہے، میرے خیال مین اگر یہ بات اچھی طرح سمجھ لیجائے تو بہت سی اغلاط اور اکثر بیاض پورے اور درست ہوجائین گے، تعجب یہ ہے کہ معمولی ایک یا دو نسخہ سے کتاب کیون شائع کیجائے، جب تک متعدد اعلیٰ و کامل نسخے نہ ملین، اور اگر دو چار نسخے ایسے حاصل ہون جو ایک کی نقل مین تو انھین چار نسخے کہنا ہی فضول ہوگا، یہ ایک ہی کہلائین گے، جب تک کہ دونون کی اصل مختلف نہ ہو، اس لحاظ سے سنن بیہقی کے نسخون کو دکھنیا چاہئے، ہندوستان مین متعدد نسخے ہین، مگر میرے علم مین سب کی اصل ایک معلوم ہوتی ہے، البتہ ایک قدیم نسخہ پشاور کے اسلامیہ کالج مین ہے، مگر اس کی تین جلدین کم ہین، بہرحال جس قدر بھی موجود ہین اعلیٰ و قدیم ہین، اس لئے اس سے تصحیح کی فکر کیجائے، اور اگر دائرۃ المعارف اسلامیہ کالج مین اپنی مطبوعات کا ذخیرہ بھیجکر اسے تصحیح کے واسطے طلب کرے تو بہت ممکن ہے کہ وہ مل جائے،

۶۔ کتاب کے اصلی نسخون اور انکی موجودہ حالت کا خاص طور پر پتہ، نیز ہر نسخہ کی کیفیت پوری طرح تحریر کیجائے اور جہان تک ممکن ہو اعلیٰ اور صحیح نسخہ کو بمنزلہ اصل قرار دیا جائے،

۷۔ تمام بڑے بڑے علمی دارون مین انکی کتابین مفت جایا کرین[1]، نیز جو لوگ مجلس کے اعزازی رکن بنائے جائین انھین مطبوعات بھی جائین، تاکہ علمی تعلقات قائم ہون اور قلمی نسخے بوقت ضرورت ان کے ذریعہ سے حاصل ہوسکین،

۸۔ دوبارہ کسی کتاب کو اسی وقت شائع کیا جائے کہ اس کی پوری اصلاح و تہذیب ہوچکی ہو، سابق کے جس قدر اغلاط و نقص ہون سب پورے کر دیئے گئے ہون، تاکہ ہر طور پر یہ نسخہ پہلے نسخون سے بہتر و اعلیٰ ثابت ہوسکے، مثلاً دائرہ نے استیعاب ابن عبد البر کا نسخہ پہلے غلط شائع کیا تھا، پھر جب دوبارہ شائع کیا تو مصر مین اس کا نسخہ اصابہ کے حاشیہ پر شائع ہوچکا تھا، مین نہین کہہ سکتا کہ بجز پہلے نسخہ کی نقل کے دفتر نے کوئی خاص اہتمام

[1] معارف:۔ جہان تک ہم کو علم ہے، اس پر عمل کیا جاتا ہی،

کیا ہو، البتہ مجھے جب اس کی اطلاع ملی تو مین نے لکھا تھا "استیعاب" دوبارہ شایع ہو تو اس کی معقول تصحیح کیجائے، ٹونک کے کتبخانہ مین اس کا عمدہ نسخہ موجود ہے، جس پر نہایت اعلیٰ حواشی و تعلیقات ائمۂ فن مین، اسے خاص طور پر حاصل کر کے شایع کرنا چاہیے، تاکہ نسخہ کی تکمیل ہو جائے، مگر اس طرف کوئی توجہ نہ کی گئی،

۹۔ دائرۃ المعارف کا صرف یہ فرض نہ ہو کہ وہ نوادر یا غیر مطبوعہ کتب کو شایع کرے، بلکہ اس سے بلند تر اسکا مطمحِ نظر ہونا چاہیے، یعنی علوم و فنون اسلامیہ کی تکمیل، اور ان کی اشاعت مین مطبوعہ و غیر مطبوعہ اعلیٰ کتابون کو خاص اہتمام سے شایع کرنا،[1]

بس اس صورت مین وہ علمی کتابین جو کسی جگہ غلط طبع ہو چکی ہین، یا ایسی طبع ہوئی ہین، جن سے پورا فائدہ نہین پہنچ سکتا، دوبارہ شایع کرنا، اسی طرح درسی اعلیٰ کتابون کو خاص اہتمام سے تجارتی نقطۂ نظر سے نیز بعض علمی کتابون کو جو کسی زمانہ مین شایع ہو کر اب ختم ہو گئین، از سرِ نو شایع کرنا یہ سب نہایت ضروری اور اہم کام ہین،

مثال کے طور پر "الانساب للسمعانی" کا نسخہ لیجئے، جسے عرصہ ہوا، گیب میموریل فنڈ نے عکس سے شایع کیا تھا، اس سے پورا فائدہ محال ہے، ایک تو اس لئے کہ کچھ فہرست وغیرہ نہین، دوسرے صرف ایک غلط نسخہ کی نقل لی گئی ہی، جس کے خطوط مختلف ہین، بہت سا حصہ بگڑا ہوا یا مٹا ہوا ہے، کچھ کام ضرور چل جاتا ہے گویا نہ ہونے سے اس کا ہونا بسا غنیمت، مگر نہ مصر نے ابتک اس طرف توجہ کی نہ دائرۃ المعارف نے کہ اس کا عمدہ نسخہ چار پانچ قلمی نسخون سے مقابلہ کے بعد تیار کر کے از سرِ نو زندہ کیا جائے اور اس کے ساتھ ایسی مکمل فہرست مرتب کر کے لگائی جائے، یہ اہم ترین علمی و تاریخی خدمت ہو گی،

دوسری کتاب اس وقت میرے سامنے "نصب الرایہ تخریج احادیث الهدایہ" زیلعی ہے، اس کا نسخہ عرصہ ہوا نہایت محرّف و مصحّف بلا تصحیح چھپا تھا، اس زمانہ مین بہت سی کتابین جنکا حوالہ اس مین ہے، ناپید تھین اب بفضلہ تعالیٰ اکثر مل گئی ہین اور بہت سی شایع بھی ہو چکی ہین، لهذا اس کتاب کو از سرِ نو زندہ کرنا اس کی صحت

[1] معارف: یہ بات اُس کے اساسی مقصد سے خارج ہے،

کا پورا اہتمام، تحشیہ و فہرست کا پورا پورا انتظام نہایت اعلیٰ علمی کارنامہ ہو گا جس کے تمام اہلِ علم آج شائق و منتظر ہین، کاش دائرہ اسے فوری انتخاب مین شامل کر کے اس کی تصحیح و اشاعت کا انتظام کرے، میرے پاس اسکا قلمی نسخہ جس سے یہ پہلی شایع ہوئی تھی، موجود ہے، اور مین اسے طبع کے لئے پیش کر سکتا ہون، دوسری مناسب تجویزین اس ذیل مین لکھکر دے سکتا ہون، تحشیہ مین خاص اہتمام کی ضرورت ہے، اولاً کتاب کی ہر روایت کا مقابلہ جہان سے نقل ہوئی کیا جائے، اور اس کا حوالہ بقید صفحات و جلد و طباعت وغیرہ دیا جائے، اختلافِ الفاظ بھی بتائے جائین، اگر اصل کتاب نہ مل سکے اور دوسری کسی کتاب مین یہ حدیث منقول ہو تو اس سے مقابلہ کیا جائے اور حوالہ دیا جائے، ثانیاً مشکل مقامات و لغات کا ضروری حل کر دیا جائے، ثالثاً اگر کتاب کی کوئی بات قابلِ ذکر ترک کی گئی ہو تو اسے لکھدیا جائے، غرض اس طرح یہ کتاب صحیح و مہذب کیجائے کہ اصل و تحشیہ دونون اعلیٰ درجہ کی معتمد علیہ کتاب بنجائین، جنکی اشد ضرورت ہے،

۱۰۔ کتابون کی اشاعت کی غرض سے ضرورت ہے، کتابون کی قیمتین نہایت مختصر ہون، افسوس کہ دائرۃ المعارف نے اب یورپ کی تقلید اختیار کر کے اپنی مطبوعات کو یورپ کی قیمت سے ملا دیا یا بڑھا دیا ہے، مثلاً آج ایک عربی کا طالب العلم یا مولوی "المستدرک للحاکم" کو چالیس ۴۰ روپیہ مین "سنن بیہقی" کو ستر روپیہ مین "جمہرہ ابن درید" کو پینتیس ۳۵ روپیہ مین، "مباحث مشرقیہ امام رازی" کو پچیس ۲۵ روپیہ مین کیونکر خرید سکتا ہے؟ یقیناً سیکڑون طلبہ و علماء مین سے دو چار شوقین ہر قسم کی دقت اٹھا کر اسے خریدین گے، لیکن عام اشاعت کیونکر ہو گی، ہر ایک شوقین غریب طالب العلم اسے کیونکر لینے کی جرأت کر سکے گا، ضرورت تھی کہ اسکی کتابون کو نہایت قلیل منافع پر فروخت کیا جاتا، اور حتی الامکان ہر ایک جگہ بکفایت و سیتاب ہوتین، تمام بڑے بڑے شہرون مین اسکی ایجنسیان قایم کیجاتین، خود مجھ سے اہلِ علم شوقین شکایت کرتے رہتے ہین کہ مستدرک بیہقی وغیرہ کے نسخے اسلامی دنیا کے واسطے نہین شایع ہوئے بلکہ یورپ کیلئے تیار کئے گئے ہین، کیونکہ اس قیمت پر ایک مختصر قلیل آمدنی والے کا انھین حاصل کرنا بہت مشکل ہے، مستدرک کا نسخہ جسکی چار جلدین ہین دس بارہ روپیہ تک فروخت ہوتا، سنن بیہقی پچیس یا تیس مین اسطرح کر جو پہلے سے خریدار بنجائے اس کے خاص رعایت کیجاتی، مباحث مشرقیہ پانچ روپیہ اور جمہرہ آٹھ نو روپیہ تک،

مصححین | اس جگہ مصححین کے فرائض پر چند سطور ضروری معلوم ہوتی ہیں، ان پر خاص توجہ درکار ہے، یہ مسلّم اور یقینی امر ہے کہ ہر شخص جو عربی سے چندان واقف ہو یا کسی مدرسہ سے رسمی طور پر فارغ التحصیل بنا دیا جائے، تصحیح کی اہلیت نہیں رکھتا جب تک کہ وہ علوم و فنون مین مہارت کے ساتھ تاریخ، رجال اور ادبیاتِ عرب سے خاص تعلق نہ رکھتا ہو، اس کا علمی ذوق ایسا ہو کہ کتبِ علمی پر وسیع نظر رکھے، علمائے فن کے محاورات اور مخصوص طرزِ بیان سے بخوبی واقف ہو، پھر بھی ایسا شخص تمام فنون کی تصحیح کا ذمہ نہیں لے سکتا، نہ اسکی اہلیت کا دعویٰ کر سکتا ہے، عام طور پر ایسے مصحح رکھے جاتے ہین جو لکیر کے فقیر اور جن کی غایت علمی یہ ہوگی کہ وہ نقل کو اصل کے مطابق کرلین، خواہ کوئی حرف بھی نہ سمجھتے ہون، نہ انھین اس فن سے قریب یا بعید کا کوئی تعلق ہو، ایسی صورت مین کتاب کی تصحیح کیونکر ممکن ہے، اور اگر کسی جگہ دو یا چند مختلف نسخے ہوئے تو وہ کس طور پر ان مین ترجیح دے سکتے ہین، اس قسم کی تصحیح نے آج اسلامی علوم کی کتابون کو پوری طرح خراب و برباد کر دیا، اب کوئی کتاب بہ مشکل قابلِ اطمینان نظر آئیگی،

اصلاح کی ایک اہم تجویز یہ بھی ہے کہ دائرۃ المعارف اپنا دو سالہ یا پنجسالہ ایک جلسہ کیا کرے جسمین ہندوستان کے مخصوص اہلِ علم حضرات کو دعوت دے انھین اپنی مجلس کا ممبر بنائے، ان کے پاس اپنی روداد اور ایجنڈے بھیجے غرض اس طرح ان سب سے علمی خدمت مین مدد حاصل کرے، مختصر مدت کا لائحہ عمل تیار کیا جائے جسمین سب اہل الرائے شامل ہو کر آزادی سے رائے دین، اور جس قدر کتابین منتخب ہون انکے متعدد نسخے اس مجلس مین پیش کئے جائین، نیز متفرق ذی علم حضرات سے تصحیح کی خدمت حسب لیاقت لیجائے، اس سے ملک و قوم مین بیداری اور علمی کمال کا ولولہ بھی پیدا ہوگا، اور بہت سی اہم مفید تجاویز سامنے آجائینگی، اس طرح بہت سے کام اعلیٰ طریقہ پر انجام پا سکین گے، کیونکہ اہلِ علم کے پاس پہنچ جائینگے، نیز منافست کی وجہ سے بھی عمدگی پیدا ہونے کی قوی اُمید ہے،

(باقی)

معارف :- مگر مولانا عبد قحط الرجال بھی نگاہ مین رہے،

ملا سعد عظیم آبادی کے کچھ مزید حالات

از

جناب شمس الہدیٰ صاحب پٹنہ،

"جناب مخدوم محترم صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن خان شروانی نے معارف ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۳۰ء مین ملا سعد عظیم آبادی کا ناظرین سے تعارف کرایا تھا، پھر ہم نے ماہ مئی سنہ ۱۹۳۱ء مین ملا صاحب کے کچھ مزید حالات پیش کئے، اور نیز پٹنہ کے اہلِ علم دوستون سے توقع کی تھی، کہ کتبخانہ بانکی پور کے قلمی تذکرون مین ملا صاحب کے مزید حالات تلاش کرین گے، مسرت ہے کہ ہماری فرمائش پر ہمارے لائق دوست جناب سید شمس الہدیٰ صاحب نے وہان کے تمام قلمی تذکرون کو کھنگالا اور مختلف کتابون مین انکے جو حالات دستیاب ہوئے انکا متن نقل کرکے ارسال کیا، نیز انھون نے ملا صاحب کی چند دیگر تالیفات کا پتہ بھی لگایا ہے، موصوف کی وہ تحریر ذیل مین درج کیجاتی ہے، جو ملا صاحب کے حالات مین ایک عمدہ تکملہ ہے، "ریاست"

نشترِ عشق، حسین قلی خان عظیم آبادی (قلمی)

"محمد سعید سعید از فاضلانِ عظیم آباد بود و بہ اکثر علوم عربی تحقیقات تمام داشت بر کافیہ و شافیہ و تہذیب شروح نگاشتہ کہ اکثر فضلا آن را پسند کردند، و در عروض و قوافی نیز رسائل تالیف ساختہ چنانچہ ہمگی تعداد تالیفات او بہ پنجاہ و پنج نسخہ میرسد بر صدقِ کلام این بیتِ او گواہ است ؎

کنون تالیف من پنجاہ و پنج است | کہ حاصل گشتہ از بسیار رنج است

گویند کہ اکثر غالب تخلص کرد، و دو دیوان فارسی داشت، یکے بتخلص غالب، دویمی بتسعید بعاقل خان رازی امرائے عصرِ عالمگیری بسیار مخلوط و مربوط بود از سعید کلامی آن غالب سعید الخیال است ؎

آنجا شدہ شہرہ بخوش روئی و نازک بدنی — لبِ میگونِ تو ہم رنگِ عقیقِ یمنی

ہرگز از شرم نگفتی سخنے با عاشق — غنچہ در باغ نبود است باین بیدہنی

مجمع النفائس:- سراج الدین خان آرزو (قلمی)

"سعد مولوی محمد سعید عظیم آبادی در منقولات و معقولات مہارتے درست داشت و بر مقامات حریری و کافیہ و شافیہ و تہذیب شروح نوشت و دیگر متداولات مانند عروض و قوافی و غیرہ قریب پنجاہ و پنج نسخہ تصنیف نمود چنانچہ خود بتعداد آن قائل است ؎

کنون تالیف الخ

صحبتِ او با عاقل خان (لفظ معدوم) ..... کوک بود، و گاہے تخلص غالب ہم میکرد، بلکہ دو دیوان دارد، یکی تخلص سعد و دوم بنام غالب، وقتِ تحریرِ این صحیفہ دو بیت از بدست آید ؎

آنجا شدہ شہرہ، الخ

صحفِ ابراہیم:- عزیز الملک علی ابراہیم خان بہادر نصیر جنگ متخلص بہ خلیل، (قلمی)

"مولوی شیخ سعد قریشی اوایل در خدمت نواب عاقل خان رازی عالمگیری صوبہ دارِ دہلی خصوصیت داشت آخر در بلدہ عظیم آباد کہ دار النظامتِ صوبہ بہار است سکنی اختیار نمودہ بہ درس کتب عربی و فارسی می پرداخت جمعے کثیر از یمن تربیت او حلیہ قابلیت آراستگی یافتند رسایل بسیار در فن عروض و قوافی و حلِ مشکلات منظومات قدما تالیف نمودہ و شرحِ کتب معتبرہ مثل مقامات حریری و کافیہ و شافیہ و تہذیب وغیرہ در فارسی نوشتہ مجموع تصانیفِ او بہ پنجاہ و پنج میرسد گاہی غالب گاہی سعد تخلص کرد اگرچہ صاحبِ دیوان و غزل و مثنوی است اما نظمش بہرہ از شیوع و قبول خاطر ندارد، و دیگر تالیفاتش بعد رواج رسیدہ از دہست ؎

ہرگز از شرم الخ

سفینہ خوش گو:- بندرابن داس خوش گو (قلمی) ورق ۳۰ الف،

"مولوی محمد سعید قریشی ساکن عظیم آباد پٹنہ محلہ فرخ خان است از مصاحبان نواب عاقل خان رازی ناظمِ دہلی بود، در معقولات و منقولات و اکثر فنونِ عربی و فارسی مہارت تمام ... از تالیف و تصنیف مثل شرح مقامات حریری و شرح کافیہ و شافیہ و تہذیب و دیگر متداولات ہند عروض و قوافی و غیر ذلک قریب پنجاہ و پنج نسخہ دارد، مستعدان عظیم آباد را کتب او سند تمام داشت، چنانچہ از تعداد خود دادہ ؎

کنون تالیف الخ

و دیوان ترتیب دادہ یکی بنام سعد و دیگر تخلص غالب دمثنوی دادر سہی نبد در حمون مسخر بطرز قدما می گفت، در فن خود غنیمت بود ؎

آنجا شدہ شہرہ الخ

"**مرأۃ آفتاب نما**" عبد الرحمن شاہ نواز خان قلمی صفحہ ۱۴۱

"حاجی ابو سعید موطنش بہار است و از فضلاے کبار، اکثر متداولات پیش والد خود مولانا محمد سعید خواندہ و بخدمت بسیارے از فاضل رسیدہ و کسب علوم نمودہ، و در علم فقہ مہارت کامل دارد، بہ مساعدت وقت و مددِ روزگار در سلکِ ملازمان فردوس آشیانی منتظم شدہ مدتے خدمتِ افتاے عسکر نصرت اثر داشت. و آخر ایام سلطنت آنحضرت بجانب خوندکار، روم و شرف حرمین معظمین مستسعد شدہ و الآن موردِ مراحم و عنایات گیہان خدیو است"

تالیفاتِ ملّا سعد

صرف و نحو:-

(۱) "عافیہ" شرح شافیہ تالیف ابو عمر عثمان جمال الدین ابن حاجب رضی - اوراق ۳۳۳ سطر ۱۴

آغاز:- ستایش و نیایش بسیار سزاوار حضرت کردگارے الخ

دیباچہ:- محرر این اجز احمد سعد ...... و کشف مطالب و شرحِ مقاصد آن کتاب مستطاب بہ عبارت

عربی کردہ داعی از برائے آنکہ ہر خاص وادنی بر الفاظ و معانی او اطلاع و وقوف یابد عنان بیان بسوئے ترجمہ فارسی

آن متن رفیع الشان ۔۔۔۔ می باید

ناقص الآخر ختم بر جملہ و خاطر فاطر

ایضاً، اوراق ۳۴۳ سطرہ ۱۵ تعلیق، اختتام کتاب پر مصنف اپنے نام میں تخلص غالبؔ کا اضافہ کرتا ہے

اور لکھتا ہے کہ یہ تالیف ماہ صفر ۱۰۹۶ھ (۱۶۸۵ء) میں ختم ہوئی،

عافیہ لیتھو گرانی میں کانپور سے ۱۸۸۸ء میں طبع ہو چکی ہے،

(۲) انتخاب بے بدل،، شرح بر شرح عربی مولانا جامی بر کافیہ ابن الحاجب اوراق ۱۴۲ سطر ۱۵

بپاس قدسی اساس حضرت آفریدگار را سزا است الخ

"فقیر حقیر محمد سعد حقیر معروض می دارد و بر صفحۂ التماس نگارد کہ از بہر حل اغلاق آیت و حدیث و شعر و

مثل و لغت مشکل کہ در شرح کافیہ فاضل گرامی ۔۔۔۔۔ عبدالرحمٰن جامی واقع شدہ است ۔۔۔ این احقر الطلبۃ بنابر

غلبۂ شوق کہ بہ تحلیل مقاصد فنون مکنون دارد، مدتے چند از روے کتابہاے اساتذۂ کبار و فضلاے نامدار در جز

تحریر و تقریر آوردہ یادگار می گذارد ۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

"چون غرض اصلی و مقصود کلی از تالیف این اوراق تربیت اطفال فرخندہ فال و تعلیم صبیان

خجستہ اقبال است ۔۔۔۔۔۔۔ و اتمامش چنانکہ از تاریخ بوضوح می پیوندد، در اوائل شہر ذی الحجہ

۱۱۰۲ھ
ہزار و صد و دو محصل و میسر شو د بقلم صدق رقم مسطور و محرر"

اخیر کتاب:۔

"تمام شد کتاب منتخب اللغات بتاریخ دویم شہر رجب المرجب سنہ یکہزار و دو صد و چہار و سی (۱۲۳۴) من

الہجرۃ النبویہ در محلہ سوئے ماہجان بمکان مرزا صاحب فیض رسان مرزا جلا صاحب او لین بخط برخوردار

بلند اقبال سید حمزہ علی او اخر ننس سہ جز بخط فقیر حقیر میر یار علی ولد میر غلام حقیر اللہ،،

(۳) قندیل،، شرح بر مصباح ناصر بن عبد السید المطرزی النحوی، اوراق ۱۶۲ سطر ۱۱

"سپاس و ستایش و محمدت و آفرین بے شمار الخ

"فقیر حقیر محمد سعید گوید کہ کتاب مستطاب در علم نحو ۔۔۔۔۔۔۔ درین احیان و ازمان کہ اوائل

شہر ربیع الثانی سنہ ہزار و صد و شش (۱۱۰۶) است ۔۔۔۔۔۔ در خاطر فاطر این قاصر گذشت کہ آن کتاب

نفیس را ۔۔۔۔۔ ترجمہ کند ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اخیر:۔

"الحمد للہ علی الاتمام والصلوٰۃ والسلام علی سید الانام و علی آلہ الکرام و اصحابہ العظام الی یوم القیام

تمام سرکار ؟ نظام سنہ ۹ بتاریخ بست و دوم شہر ربیع الاول مطابق ماہ ساون موافق دوازدہم جولائی

۱۸۰۸ء (؟) بمطابق سنہ ۱۲۱۰ فصلی نسخہ مسمی القندیل فی ترجمہ کتاب مصباح النحو بروز سہ شنبہ نگاشتہ تیار شد"

"ایضاً" اس نسخہ کے حاشیہ پر مصنف نے عظیم آباد پٹنہ وطن مالوف بیان کیا ہے،

عروض و قوافی:۔

(۴) "میزان الاشعار"

"جواہر زواہر ثنا و محمدت سزاوار حضرت داور یست الخ

"اما بعد معترف بہ عجز و قصور راقم سطور محمد سعد بر دیباچۂ ظہوری نگارد کہ بنابر آن کہ تعلم و تعلیم شاگردان

ضرور است در فنون کہ این احقر ادراک و شعور داشت با مزاحمت صوالب امور ورقی چند بطریق

تعلیق و تلفیق نگاشت ۔۔۔۔۔۔ و این مجموعہ مشتمل است بر اصول فن و اقسام سخن و ذکر ایجات اعتراضات

کہ بسبب تشویش خواطر مبتدیان است مسطوی است و مرتب است بر مقدمہ و نوزدہ باب و خاتمہ و بفضل الٰہی

این رسالہ باتمام پیوست بہ میزان الاشعار نام نہاد،،

اخیر کتاب:۔

تمام شد رسالۂ عروض من تصنیف مولوی محمد سعد بخط کمترین لعلچند طالب العلم منیری ...

...... و مہربان منبع فضل و احسان اہلِ فرنگ درای ...... آرای بابو جیو بابو چین ... سنہ ۱۲ جلوس میمنت مانوس بادشاہ اورنگزیب غازی،

اخلاق :-

(۵) "حدیقۃ اللغۃ" شرح بر اخلاق ناصری نصیر الدین طوسی،

"حمد کثیر و شکر خارج از جرز و تحریر لایق حضرت خالقی باشد الخ

اما بعد فقیر حقیر محمد سعد معروض میدارد و بر دیباچہ التماس می نگارد کہ درین ایام سعادت فرجام بعضے محبان ستودہ انجام اقتراح تمام و الحاح مالا کمال نمودند و فرمودند کہ از برائے توضیح الفاظ مشکل و تنقیح کلمات مغلق اخلاق ناصری کہ از تالیفات قدوۃ المتبحرین نصیر الدین طوسی است فرہنگے مسودہ نماید .... و این اوراق و اجزا را بر دو رکن مرتب داشتہ اول در ایضاحِ مفردات دوم در انصاح آیات و احادیث و اشعار و اقوال نصیحت سمات چون بعون و لطف الٰہی و فضل نا متناہی این نسخہ باتمام پیوست ..

نوٹ :- آخر کے چند اوراق معلوم ہوتا ہے کہ کاتب نے نقل نہین کئے کیونکہ کاتب کا نام اور سنہ کتابت درج نہین ہے،

پٹنہ لائبریری کے اندر مقامات حریری کی دو شرحین موجود ہین، ان مین سے ایک (نمبر ۹۳۵ انگریزی کیٹلاگ) جس کی کتابت محمد محسن ولد سید شجاعت علی گیلانوی بہاری نے کی ہے، اور مکمل ہے، قیاساً معلوم ہوتا ہے کہ ملا سعد کی شرح ہے،

سر جادو ناتھ سرکار کی ایک غلطی

اورنگزیب کے وصیت نامہ کے سمجھنے مین،

از

مولوی محمد عبد اللہ صاحب چغتائی لکچرر اسلامیہ کالج لاہور

عالمگیر اورنگزیب کے وصایا کے کئی قلمی نسخے ملتے ہین، سر جادو ناتھ سرکار نے اپنی شائع کردہ احکام عالمگیری مین بھی احکام نمبر ۵ کے ضمن مین ان کو شایع کیا ہے، جو بہت مختصر اور تعداد مین کل بارہ ۱۲ ہین، مین یہان پر محض دفعہ یازدہم کے متعلق ناظرین کی توجہ ملتفت کرنی چاہتا ہون، جس کی نقل سرکار کے مطبوعہ احکام سے ذیل مین درج کرتا ہون :-

"یازدہم آنکہ، بہ پسران ہرگز اعتماد نکنند و بطور مصاحبت در زندگی ننماید کہ اگر اعلیٰ حضرت با دارا شکوہ سلوک نیکو نکردند کار بانیجا نمی رسید و کلمۃ الملک عقیمۃ ہمیشہ نظر باید داشت"

سر ممدوح نے (ANECDOTE OF AURANGZIB) کے نام سے احکام کا ترجمہ انگریزی زبان مین کر دیا ہے، ان مین سے دفعہ یازدہم کے خط کشیدہ عربی فقرے کا ترجمہ سرکار صاحب نے یون کیا ہے :-

"THE WORDS OF A KING ARE BARRON"

یعنی "ایک بادشاہ کے الفاظ بے معنی ہوتے ہین" اس کے معنی یہ ہوئے کہ بادشاہ کو اپنے الفاظ اور وعدون کی پابندی کرنا ضروری نہین، کہ سیاست مین سب کچھ جائز ہے" اس سے عالمگیر کا جھوٹا، غدار اور خدا جانے کیا کیا کچھ ہونا ثابت ہوتا ہے، حالانکہ اس فقرے کا اگر یہ مطلب ہو جو سرکار نے سمجھا ہے تو دارا شکوہ اور شاہجہان کے باہمی

تعلق ورابطہ پدری پر کچھ اثر نہیں پڑتا، اور دعوی کو دلیل سے کوئی تعلق نہیں پیدا ہوتا، اصل یہ ہے کہ سرکار نے اس فقرہ کو غلط پڑھا اور غلط سمجھا ہے، عالمگیر کا مطلب یہ ہے کہ امور سیاست اور مصالح حکومت مین سلطنت اور حکومت اور رعیت کے فائدے کو پیش نظر رکھنا چاہئے، نہ کہ بیٹے کی محبت کو اور رشتہ وقرابت کے تعلق کو اور اس بات کو کہ

" بادشاہی (یا بادشاہ) لاولد ہے، نظر مین رکھنا چاہئے"

یعنی امور سیاست مین باپ بیٹے اور بھائی کا تعلق، اور رابطۂ محبت بیچ مین حائل نہ ہونا چاہئے، بات کیا تھی اور سرکار صاحب کیا سمجھے!

یہی ایک اصول درحقیقت عالمگیر کے مدِ نظر تھا جسنے اس کو بھائیون سے لڑکر حصولِ تخت کی جرأت دلائی، بلکہ یہی اصول اس کے ہر بھائی کے سامنے تھا، حیرت اس امر کی ہے کہ ایک شخص اورنگزیب کی نہایت بسیط تاریخ لکھتا ہے وہ اپنے ان نتائج بحث کو اورنگزیب کے اس جملہ پر تطبیق نہین دیتا جو اس نے اپنی ضخیم کتاب مین اورنگزیب کے متعلق پیش کئے ہین، کہ اگر وہ ایسا کرتا تو اس کے اپنے مندرجہ بالا انگریزی ترجمہ کے مطابق اس کی تمام کتاب بیہودہ ہو جاتی ہے، کیونکہ جب اس کے نزدیک بادشاہ کے "الفاظ لا اصل ہین" تو پھر اس قدر ضخیم تاریخ کی کتاب کہان تک معتبر ہو سکتی ہے جو اس کی شاہانہ تحریرون پر مبنی ہے، خصوصیت سے اورنگزیب کے معاملہ مین جس کی اپنی ذاتی تحریرون پر سرکار نے اس کے تمام سوانح حیات کو مبنی کیا ہے، بلکہ سرکار نے اس فقرہ کا غلط ترجمہ کرکے عوام کے سامنے اس امر کو بھی واضح کر دیا ہے کہ کہان تک ان کی کتاب اصلی شاہانہ تحریرون کی صحیح آئینہ دار ہو سکتی ہے، دراصل مندرجہ جملۂ کلمۂ الملک عقیمۃ؛ یون ہونا چاہئے تھا۔

کلمہ!:۔ "الملک عقیم"

یہ ایک عربی محاورہ ہے، جس کی سند کے لئے عربی ضرب الامثال کی معتبر کتاب میدانی متوفی ۵۱۸ھ کی مجمع الامثال پیش کرتا ہون، جس مین یہ مثال جلد دوم صفحہ ۱۷۶ پر موجود ہے، اور اس کی تشریح یون کی ہے:۔

الملک عقیم:۔ ای اذا تنازع قوم فی ملک انقطعت بینھم الارحام فلم یبق فیہ والد علی ولدہ فصار کانہ لم یولد لہ"

سلطنت بانجھ ہوتی ہے۔ یعنی جب سلطنت کے بارہ مین لوگون مین تنازع ہو تو ان مین رشتہ داریون کا خیال لو لحاظ اٹھ جاتا ہے، تو پھر باپ بھی اپنے بیٹے پر رحم نہین کرتا تو گویا کہ وہ لاولد ہے،

ایسے جملہ کا استعمال عالمگیر جیسے فاضل بادشاہ سے ہونا بین دلیل ہے کہ وہ سلطنت اور سلطان کو کیا سمجھتا تھا، یعنی ملک بانجھ کے مانند ہے، جس کا کوئی وارث نہین ہے، اور اس کی ملک حاصل کرنے کے لئے کوئی رشتہ بھی بیچ مین حائل نہین ہوتا، بلکہ اس کی مالک وہی ہستی ہو سکتی ہے، جو سب مین زیادہ قابل اور اہل ہو،

اطرافیہ

از

مولوی شاہ معین الدین صاحب ندوی رفیق دار المصنفین

نومبر کے معارف مین ہم نے حق گو کے اس دعویٰ کے جواب مین کہ خوارج کو اطرافیہ بھی کہتے تھے کہ ان کی نماز تین وقت کی ہوا کرتی تھی اور وہ اطراف نہار والی آیہ سے نماز کی تعیین نہین کرتے تھے، ائمۂ متقدمین امام ابو الحسن اشعری المتوفی ۳۲۴ھ اور امام ابو منصور عبد القاہر بغدادی المتوفی ۴۲۹ھ کے بیان پر اعتماد کر کے لکھا تھا کہ اطرافیہ خوارج کا کوئی فرقہ نہ تھا، چنانچہ ان دونون بزرگون نے اپنی کتاب مقالات الاسلامیین و اختلاف المصلین اور الفرق بین الفرق مین اس فرقہ کا کہین تذکرہ نہین کیا ہے، کیونکہ درحقیقت یہ کوئی بڑا فرقہ تھا بھی نہین، لیکن محمد بن عبد الکریم شہرستانی جنھون نے تمام چھوٹے بڑے فرقون کے حالات زیادہ استقصا کے ساتھ لکھے ہین، دو چار سطرین اطرافیہ کے حالات مین بھی لکھی ہین، جو اول نظر مین رہ گئی تھین اور بعد مین ان پر نظر پڑی، لیکن ان کے بیان اور حق گو کے دعویٰ مین زمین و آسمان کا فرق ہے، اطرافیہ کے عقاید کو حق گو کے دعویٰ سے کوئی تعلق نہین،

حق گو کا دعویٰ یہ ہے کہ خوارج اطرافیہ بھی کہلاتے تھے، یعنی خارجی اور اطرافیہ دونون مترادف الفاظ ہین اور اطرافیہ کی وجہ تسمیہ ہے کہ یہ فرقہ اطراف نہار والی آیہ سے نماز کی تعیین نہین کرتا تھا، اس لئے اطرافیہ کہلاتا تھا، حالانکہ یہ دونون باتین قطعاً غلط ہین، اطرافیہ خارجی کا مترادف نہین بلکہ اس کی ایک شاخ ہے، اور وہ اطرافیہ اس لئے نہین کہلاتا تھا کہ اطراف نہار والی آیہ سے نماز کی تعیین نہین کرتا تھا، بلکہ اس لئے کہلاتا تھا کہ وہ اصحاب اطراف کو یعنی ان لوگون کو جو اطراف ارض مین رہتے تھے، اور جن تک شریعت کی دعوت نہین پہنچی تھی، انکو شرعی امور سے ناواقفیت پر گنہگار اور قابل مواخذہ نہین سمجھتے تھے، بشرطیکہ وہ لوگ ان چیزون پر عامل ہون جو عقلاً

ثابت ہون جیسے خدا کا وجود، نیک و بد اعمال کا طبعی فرق وغیرہ، چنانچہ علامہ شہرستانی لکھتے ہین:-

الاطرافیة فرقة علی مذهب حمزة فی القول بالقدر، الا انهم عذروا اصحاب الاطراف فی ترک مالم یعرفوه من الشریعة اذا اتوا بما یعرف لزومه من طریق العقل واثبتوا واجبات عقلیة کما قالت القدریة ورئیسهم غالب بن شاذل من سجستان (الملل والنحل شہرستانی ج اول ص۱۲۶)

اطرافیہ خوارج کا ایک فرقہ ہے، جو قدر کے مسئلہ مین حمزہ (بانی فرقہ حمزیہ) کا ہم خیال ہے، یہ لوگ اطراف مین رہنے والون کو ان چیزون کے ترک مین معذور رکھتے ہین، جنکو انھون نے شریعت کے رو سے نہین سمجھا بشرطیکہ وہ ان چیزون پر عمل کرتے رہین جنکا ثبوت عقل سے ہے، یعنی اطرافیہ قدریہ (معتزلہ) کیطرح واجبات عقلیہ کو مانتے ہین، ان کا رئیس غالب بن شاذل سجستان کا باشندہ تھا،

اوپر کی عبارت سے یہ معلوم ہوگیا کہ اطراف نہار والی آیہ کے انکار کو اطرافیہ کی وجہ تسمیہ قرار دینا، اور اس سے یہ ثبوت پیش کرنا کہ اطرافیہ بھی تین ہی وقت کی نمازین پڑھتے تھے، دو وقت کے منکر تھے حق گو کا ذاتی اجتہاد ہے، واقعہ سے اس کو کوئی تعلق نہین، اصل حقیقت صرف اس قدر ہے، جو اوپر بیان کی گئی، باقی حق گو کی حاشیہ آرائی ہے،

"قابلِ اشاعت قلمی کتابون کی فہرست"

مین

چند اغلاط کی تصحیح،

بخدمت جناب اڈیٹر صاحب معارف زاد مجدکم،

السلام علیکم! مین جناب اور دیگر علماے کرام کا اس امر پر دلی شکریہ ادا کرتا ہون کہ ان حضرات نے اپنی عنایت سے بعض ان مطبوعہ کتابون کی طرف توجہ دلائی جو فہرست کتب قابلِ طبع کے ضمن مین شائع ہوگئی ہین، لہذا مندرجہ ذیل کتابین فہرستِ زیر ترتیب سے خارج کردی گئی ہین:۔

۱۔ کتاب البدایہ والنہایہ لابن کثیر، ۲۔ دمیۃ القصر للباخرزی،

۳۔ وصیۃ خالد بن یزید، ۴۔ رتبۃ الحکم للمجریطی،

۵۔ غرائب القرآن للسجستانی،

جناب سے امید ہے کہ ذیل کی تصحیح بھی رسالہ مین شائع فرما کر مزید شکریہ کا موقع عنایت فرمائین گے،

معزز ناظرین معارف سے التماس ہے کہ وہ مضمون شائع شدہ مین مندرجہ ذیل کتابون کے متعلق تصحیح فرمالین،

۱۔ اصلاح المنطق لابن السکیت کے ایک نسخہ کے متعلق غلطی سے لکھدیا گیا کہ اس کا ایک نسخہ کتبخانہ آصفیہ مین موجود ہے، کتبخانہ آصفیہ کا نسخہ دراصل جوامع اصلاح المنطق لابی الحسین زید بن رفاعۃ بن مسعود الکاتب کا ہے، جو فہرست کتبخانہ مین اصلاح المنطق لابن السکیت کے نام سے درج ہوگیا ہے، امام موصوف نے ابوبکر محمد بن القاسم بن بشر الانباری سے اس کتاب کی روایت کی ہے،

۲۔ میزان الحکمۃ کے متعلق یہ لکھا گیا ہے کہ یہ علامہ بیرونی کی تصنیف ہے، تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ

اس کے بعد کی تصنیف ہے جسمین مختلف حکماے یونان واسلام کے مقالات کو ایک جگہ جمع کیا ہے، اس مین ایک مقالہ فی رصد جرم الجواہر علامہ بیرونی کا بھی ہے، غالباً اسی سے دھوکا ہوا ہے،

۳۔ میزان الحکمۃ کا جو نسخہ جامع مسجد بمبئی کے کتبخانہ مین ہے، وہ بھی علامہ بیرونی کی تصنیف نہین ہے بلکہ ابو الحسن علی بن محمد الخازن کی تصنیف ہے جو ۵۱۵ھ مین موجود تھے،

الملتمس

سید ہاشم ندوی، رکن دائرۃ المعارف

حیدرآباد دکن

تلخیص و تبصرہ

جامع ازہر،

اور

اوس کا ماضی و حال

تعلیم اور تغیرات تعلیم کی نہایت قدیم تاریخی مثال جامع ازہر ہے، جس نے زمانے کے بہت سے انقلابات دیکھے ہیں، حال میں مصر کے مشہور فاضل شیخ محمود ابو العیون نے اس حیثیت سے جامع ازہر کے ماضی و حال پر ایک نہایت محققانہ مضمون لکھا ہے، جس کی تلخیص ذیل میں درج کیجاتی ہے، شیخ موصوف ہمیشہ سے اصلاحی کامون مین نمایان حصہ لیتے رہے ہین، بالخصوص جامع ازہر کے مصلحین مین سب کے پیشرو ہین اس لئے جو لوگ عربی تعلیم کی اصلاحات سے دلچسپی رکھتے ہین ان کے سامنے یہ مضمون نہایت مفید معلومات کا ذخیرہ پیش کریگا،

وہ لکھتے ہین کہ

"علمی اور مذہبی حیثیت سے جامع ازہر ایک زمانے تک خیر و برکت کا سرچشمہ رہا ہے، اور لوگ ہر طرف سے آآکر اس سے سیراب ہوتے رہے ہین، اور وہ دور وسطیٰ کے مسلمانون کو برابر دینی تعلیم سے فیضیاب کرتا رہا ہے، البتہ اس نے قدیم طریقہ تعلیم یعنی املا کے طریقے کو بدل کر درسی کتابون کے ذریعے سے تعلیم دی ہے، لیکن طالبعلمون کے لئے یہ جدید طریقہ سخت مشقت طلب تھا، کیونکہ اکثر درسی کتابین عجمیون کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھین، اور ان کے معانی و مطالب پیچیدہ طریقے پر ادا کئے گئے تھے، اس لئے ایک طالب العلم کو کافی وقت اُن کے الفاظ کے حل کرنے مین صرف کرنا پڑتا تھا، حالانکہ اگر وہ اس وقت کا عشر عشیر بھی املا کے طریقے پر درس حاصل کرنے مین

صرف کرتا تو اس کو کافی معلومات حاصل ہوجاتین،

ازہر ایک زمانہ دراز تک اسی دقیانوسی طریقہ پر درس و تدریس دیتا رہا، لیکن بااینہمہ اس کی شریان و ورید مین زندگی کی کافی حرکت موجود تھی کیونکہ بحث و نظر کی آزادی، اور عقل و رائے کی اہمیت کا غلغلہ ہمیشہ اُس کے در و دیوار سے بلند ہوتا رہتا تھا، لیکن بالآخر ایک شہادت گاہ مین اس آزادی کی قربانی کردیگئی، اور آزاد خیال لوگ ایک گنج شہیدان مین دفن کردیئے گئے،

زمانہ بدل گیا اور زمانے کی ہر چیز نے نیا قالب اختیار کرلیا، لیکن ازہر اپنی اسی قدیم حالت پر قایم رہا، تاہم اس تاریکی مین بھی کبھی کبھی ایک ہلکی سی روشنی نمودار ہوجاتی تھی، جو اُس زمانے کے بہترین اشخاص مثلاً شیخ محمد عبدہؒ کی شمع زندگی کا ایک پرتو تھی، لیکن چراغ کی لو کی طرح وہ بھی عنقریب بجھنے کے لئے تیار تھی،

ازہر پر مصیبتون کے بڑے بڑے پہاڑ ٹوٹے لیکن اس نے مردانہ وار اُن کا مقابلہ کیا، اور تاریخ نے اسکی پامردی کے یہ واقعات عز و شرف کی روشنائی سے لکھے، اگرچہ وہ بوڑھا ہوگیا ہے، لیکن تاریخ مین اس کی حیثیت نہایت بلند اور قدیم یونیورسٹیون مین اس کا درجہ نہایت نمایان ہے، تمام اسلامی قومین اس پر جان دیتی ہین، اور طالب العلمون کی جماعتین پہنچتی رہتی ہین جو اس سے حسب مراتب فائدہ اٹھاتی ہین،

قدیم ازہر مین نہ تو تعلیم کے لئے مختلف درجے قائم تھے، نہ اس کا کوئی قانون و دستور العمل تھا، نہ طلبہ کا امتحان لیا جاتا تھا، نہ ان کو سند دیجاتی تھی، بلکہ استاد کی طرف سے صرف ایک اجازت نامہ ملتا تھا جسمین اس فن یا ان فنون کی تفصیل ہوتی تھی، جن کو طالب العلم نے استاد سے حاصل کیا ہے، البتہ ہم نے اپنے شیوخ سے یہ سنا ہے کہ جب ایک طالب العلم کافی مدت تک ازہر مین تعلیم حاصل کرلیتا تھا، اور اس کو اپنی قابلیت پر پورا اطمینان ہوجاتا تھا تو اپنے شرکاے درس و شیوخ کے سامنے اس کا اعلان کردیتا تھا، اور اس وقت ازہر کے ہال مین علماے فن کا ایک حلقہ قایم ہوجاتا تھا جس کے وسط مین یہ طالب العلم بیٹھتا تھا، اور جو موضوع انتخاب کرلیتا تھا اس پر درس دیتا تھا، اس کے بعد بحث و تنقید شروع ہوتی تھی، لیکن اس کا تعلق صرف اس منتخب شدہ موضوع سے نہین ہوتا تھا

بلکہ ہر متعلق موضوع دائرۂ بحث مین آجاتا تھا، اب اگر طالب العلم اس امتحان مین پورا اتر گیا، تو اُس کے حریف اسکو مبارک باد دیتے تھے، اور اس کے بعد وہ ایک عالم اور مدرس تسلیم کر لیا جاتا تھا جن علوم کی تعلیم دیجاتی تھی اُن کی تعداد گیارہ تھی، اور یہ سب کے سب عربیت و مذہب سے تعلق رکھتے تھے، ان کے علاوہ علم منطق کی تعلیم بھی دیجاتی تھی جس مین عالمیت کے طالب العلمون کا امتحان لیا جاتا تھا، نوین صدی کے اخیر تک ازہر کی یہی حالت رہی، اس کے بعد شیخ حسونۃ النواوی کے زمانہ مین شیخ محمد عبدہٗ کی کوششون سے دوسرے علوم مثلاً جغرافیہ تاریخ ریاضی، املا و خوشخطی وغیرہ کا اضافہ ہوا لیکن یہ سب زائد علوم تھے، اور نصاب درس مین ان کے داخل کرنیکا مقصد صرف یہ تھا کہ طالب العلم کسی قدر جدید خیالات سے آشنا ہو جائے،

اول اول امتحانِ عالمیت کا نظام خدیو اسمٰعیل پاشا اور مشیخت مآب شیخ محمد العباسی المہدی کے زمانے مین قائم ہوا، اور اسی زمانے مین شیخ محمد عبدہٗ کا امتحان ایک مجلس مین لیا گیا، جس کے صدر شیخ مہدی تھے پھر خدیو توفیق پاشا، اور مشیخت مآب شیخ شمس الدین الانبانی کے عہد مین اس کا قانون بنایا گیا، اس کے بعد بہت سے قوانین و نظام بنتے چلے گئے، لیکن اس کا اثر نہ تو تعلیم کی حقیقت پر پڑا نہ طالب العلم کی آزادی فنا ہوئی، بلکہ وہ جس استاد کو پسند کرتا تھا، اُس سے درس حاصل کرتا تھا، استاد کی آزادی بھی قایم رہی اور وہ جس کتاب کو چاہتا تھا اس کا درس دیتا تھا، خود طالب العلم کے لئے ایک معین سال یا چند محدود سال کے اندر امتحان کا دینا لازمی نہ تھا، بلکہ ان تمام چیزون کا قانون ازہر والون کے صحیفۂ دل مین لکھا ہوا تھا، کسی کتاب یا کاغذ مین درج نہ تھا، اور نہ کوئی حاکم اس کا حکم دیتا تھا، یہ قوانین صرف ازہر کے نگرانی کرنے والے صیغون اور وقفون کی تنظیم، اور علما اور ان کی موت کے بعد ان کی اولاد کے وظایف کی ضبط و ترتیب کے لئے وضع کئے گئے تھے، جنکی تعداد حسب ذیل تھی،

(۱) ۱۵۰ قرش درجۂ اول کے عالم کے لئے،

(۲) ۱۰۰ قرش درجۂ ثانی کے عالم کے لئے

(۳) ۷۵ قرش درجۂ ثالث کے عالم کے لئے،

لیکن یہ وظایف تمام علما کو نہین، بلکہ علما کی صرف ایک مختصر سی جماعت کو جنکی تعداد پچاس سے زائد نہ تھی ملتے تھے، بقیہ لوگ اُس وقت کے منتظر رہتے تھے جب انکو اس کا استحقاق حاصل ہو جائے، اس لحاظ سے یہ لوگ نہایت مفلوک الحال اور تہیدست تھے، لیکن باایں ہمہ نہایت اطمینان و سکون اور وقار و خودداری کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے، اور علم کو جاہ و منصب اور مال و دولت کے لئے نہین، بلکہ صرف علم کے لئے حاصل کرتے تھے، اور نیز اس لئے کہ لوگون کو اس کی تعلیم دین، بلکہ اس سے بھی اعلیٰ ترین مقصد یعنی ذات خداوندی کے لئے،

ازہر والون کے لئے سلطنت کی طرف سے خاص خاص عہدے مقرر نہ تھے، البتہ مفتیون اور قاضیون کا تقرر ازہری والون مین سے کیا جاتا تھا، لیکن جب مصر کے نجات دہندۂ اعظم یعنی محمد علی پاشا کبیر کا دور آیا تو اس نے ازہر کے مقابل مین ایسے مدرسے قائم کئے، جو ملٹری اور سویلین خدمات کے لئے اشخاص تیار کرتے تھے لیکن ان مدرسون کا تخم ازہری کی سرزمین مین پیدا ہوا تھا، اس زمانے مین طب کا جو مدرسہ قایم ہوا اس کے ۹۰ ابتدائی طالب العلم ازہری کے تعلیم یافتہ تھے، علمی وفود بھی جو مصر مین علم و فن کا خزانہ لے کر واپس آتے تھے، ازہری کے طلبہ سے مرتب ہوتے تھے، اس کے بعد جب زمانے نے اپنی رفتار بدل دی، اور قوم کی ضروریات کے مطابق نت نئے مدرسے قایم ہونے لگے، تو عام انتظامی عہدون کے لئے اہل ازہر کی حاجت نہ رہی، یہان تک کہ اسمٰعیل پاشا کے زمانے کے ختم ہوتے ہوتے اہل ازہر کے لئے صرف مفتیون اور قاضیون کے محدود عہدے رہ گئے، بلکہ قاضی کا عہدہ بھی عنقریب ان کے ہاتھ سے نکل جانیوالا تھا،

ازہر کی یہ حالت ایک مدت تک قائم رہی، لیکن ۱۹۱۱ء مین قانون نمبر ۱۰ پاس کیا گیا، جسکو فتحی زغلول عبدالخالق ثروت، اور اسمٰعیل صوفی نے خدیو سابق عباس پاشا حلمی کے عہد مین مرتب کیا تھا، اس قانون نے خود تعلیم پر اپنا اثر ڈالا، اور ازہر نے ایک منتظم و مرتب مدرسہ کا قالب اختیار کر لیا جسمین تعلیم کے درجے قایم کئے گئے، اور بہت سی پابندیان عائد کی گئین، اس نے طالب العلمون اور مدرسون کی آزادی تعلیم اور سال درس کو بھی بہت کچھ محدود کر دیا، اس کے بعد حالات کے اقتضاء کے موافق اس قانون مین ترمیمات ہوتی رہین، یہانتک کہ

۱۹۳۰ء مین قانون نمبر ۴۹ حضرت صاحب الجلالۃ فواد اول کے اشارے سے وضع کیا گیا، اور یہ سب سے [illegible] قانون تھا جو جامع ازہر اور دینی درسگاہون کے لئے وضع ہوا،

اب جس زمانے مین ازہر نے نوین صدی کے اخیر تک یعنی قانون نمبر ا سے پیشتر جو ۱۹۱۱ء مین وضع کیا گیا [illegible] اپنی زندگی کے جو مراحل طے کئے اس کو ہم عہدِ تسامح یعنی آزادی کا زمانہ کہہ سکتے ہین، اور اگر ذرا اور دقتِ نظر سے کام [illegible] تو اس کو مطلق العنانی اور بغاوت کا زمانہ بھی کہہ سکتے ہو، اگرچہ اس لفظ مین خاصی ناگواری پائی جاتی ہے، لیکن اسی مطلق العنانی نے آج سے چند روز پیشتر شیخ محمد عبدہ، شیخ حسن الطویل، شیخ حسین، زین المرصفی، شیخ سلیم البشری، شیخ حسونۃ النواوی اور شیخ احمد ابی خطوہ جیسے علما پیدا کئے اور اسی مطلق العنانی نے سعد زغلول، علی یوسف ابراہیم بلباوی، عبد السلام مویلحی، ابراہیم اللقانی، حسن عبد الرزاق، احمد الحسینی، مصطفےٰ الباجوری اور محمد ہاشمی جیسے افراد [illegible] پر مصر کو بجا طور پر فخر کرنے کا موقع دیا، جنھون نے اگرچہ ازہر مین مکمل طور پر تعلیم نہین پائی تھی، لیکن یہ صرف اس دور کا اثر تھا کہ یہ لوگ مصر کے لئے مجد و شرف کا ایک عظیم الشان سبب ہوئے، اس تعلیمی سال سے جو دور شروع ہوا ہے، اس کو ہم دورِ نظام و تجدید کے لقب سے پکار سکتے ہین، اور نہایت مختصر الفاظ مین ہم اس نظام کا نقشہ پیش کرتے ہین، تاکہ ناظرین کو یہ معلوم ہو سکے کہ آج تک ازہر پر جو مختلف دور گذر چکے ہین ان مین باہم کیا فرق ہے؟ اور وہ مستقبل کی نسبت اس سے کیا شگون نیک لے سکتے ہین؟

اس نظام کے قایم کرنے کے لئے جو قانون وضع کیا گیا ہے، اس نے جامع ازہر کے دو مقاصد بتائے ہین،

(۱) شریعت کے اصول و فروع کی حفاظت، زبان عربی کا بقا، اور ایسے طریقے پر اس کی اشاعت جس سے قوم کو فائدہ پہنچے، اور وہ اس سے سعادت اندوز ہو،

(۲) ایسے علماء کا پیدا کرنا جو مذہبی اور سرکاری درسگاہون مین ان علوم کی تعلیم دے سکین، اور حکومت کی جانب سے ان کو شرعی عہدے دیئے جا سکین، (مثلاً قضاۃ و افتاء وغیرہ)

اس جدید قانون مین جامع ازہر کا اطلاق صرف اعلیٰ تعلیم کے کالجون اور درجہائے خصوصی پر کیا گیا ہے

اور اس مین حسب ذیل کالج شامل ہین، (۱) کلیۃ الشریعۃ (۲) کلیۃ اصول الدین (۳) کلیۃ اللغۃ العربیۃ، اس قانون نے علماء کی ایک کمیٹی قائم کی ہے، اور ان شرائط کی تصریح کی ہے جنکی بنا پر اس کمیٹی کے ممبرون کا انتخاب ہوتا ہے،

اس قانون کے رو سے ازہر کے مقابل مین دوسری مذہبی درسگاہین قائم کی گئی ہین، جو ابتدائی اور سکنڈری تعلیم دینگی، اور درجہائے خصوصی کے علاوہ مدتِ تعلیم ۱۳ سال ہوگی، اس قانون مین ایک درجہ تعلیم عام کا رکھا گیا ہے جسکا مقصد یہ ہے کہ جو لوگ احکامِ دین اور عربی لغت کے متعلق اپنی معلومات کو وسیع کرنا چاہین اس درجہ کے ذریعہ سے انکی یہ ضرورت پوری کیجائے اور عنقریب قاہرہ اور دوسرے بڑے شہرون مین اس درجہ کی شاخین قائم کیجائین گی،

کالجون کے نظام قانون مین اس بات کا لحاظ رکھا گیا ہے کہ وہ ازہر کی ضروریات اور اس کی شہرتِ عالمیت کے مطابق ہو یعنی ان کے ذریعہ سے عربی لغت اور مذہب اسلام کی حفاظت حالاتِ زمانہ اور ازہر کے ماحول و مقتضیات کے مطابق ہو سکے، اسکا بھی خاص لحاظ رکھا گیا ہے کہ ازہر کے کالج جدید یونیورسٹیون کے طرز کے ہون یعنی ان کے لئے مستقل انتظامی صیغے ہون اور انکو آزادانہ علمی اختیارات حاصل ہون،

جو لوگ ان کالجون سے فارغ ہو کر نکلین گے اس قانون مین ان کا خاص لحاظ رکھا گیا ہے، اور پبلک زندگی مین ان کی جگہ اس طرح تجویز کی گئی ہے کہ ان کو مذہبی عہدے حاصل ہو سکین گے، وہ ازہر اور سرکاری مدرسون مین درس دے سکین گے اور وعظ و ارشاد کر سکین گے لیکن یہ اصلاحی قانون ایک عظیم الشان شورش کے بعد وضع کیا گیا ہے، جس نے ازہر کے در و دیوار کو ہلا دیا تھا، اگرچہ ہم اس قانون کو بھی مکمل اور کافی نہین سمجھتے بلکہ ہر قانون کی طرح اس کے لئے بھی تجربہ اور اصلاح و ترمیم کی ضرورت ہے، تاہم ہمکو نہایت مسرت کے ساتھ اس کا خیر مقدم کرنا چاہئے، اور اس سے دور جدید کے متعلق شگون نیک لینا چاہئے،

(الہلال بابت ماہ نومبر ۱۹۳۱ء)

"ع"

اخبار علمیہ

قوت ارادی کا امتحان

برطانیہ نے جو مہم کوہ ہمالیہ کی بلند ترین چوٹی ایورسٹ کے لئے روانہ کی تھی اس کے اراکین کا انتخاب بی[...]
بالکل انوکھے طریقے سے عمل میں آیا تھا، قوت ارادی یوں تو ہر بڑے کام کی اصلی محرک ہوتی ہے، اور تمام بڑ[ے]
آدمیوں کی کامیابی کا راز اسی کے اندر پوشیدہ ہے، لیکن کوہ پیمائی میں اس کی ضرورت خاص طور پر محسوس کی جاتی
ہے، اور صرف وہی لوگ ایسی مہم میں کامیاب ہو سکتے ہیں جو قوی و توانا ہونے کے علاوہ غیر معمولی قوت ارادی
کے بھی مالک ہوں، چنانچہ جرمنی کے ایک رسالہ (ILLUSTYIRTE ZEIFUNG) کی اطلاع
ہے کہ ایورسٹ کے اراکین مہم کے انتخاب میں قوت ارادی کا لحاظ خصوصیت کے ساتھ رکھا گیا، اور وہی لوگ
منتخب کئے گئے جو امتحان میں اس قوت کے اعتبار سے ممتاز ثابت ہوئے، انتخاب کا طریقہ حسب ذیل تھا،
امیدوار ایک کرسی پر آرام کے ساتھ بیٹھ گیا، اس کے بعد اس سے کہا گیا کہ ایک لمبا سانس کھینچنے اور پھر جتنی
دیر تک ہو سانس نہ لے لیکن سانس کو خارج کرنے کی اجازت تھی، بیس سے پچیس سکنڈ کے بعد کچھ تکلیف
محسوس ہونے لگی، اور سانس لینے کی خواہش پیدا ہوئی، اس کے بعد یہ تکلیف تیزی کے ساتھ بڑھنے لگی اور
چالیس سکنڈ سے اسی سکنڈ تک شدت کے ساتھ محسوس ہوتی رہی، اس وقت حبس دم کے لئے غیر معمولی
ضبط کی ضرورت تھی، پھر تکلیف کی یہ شدت رفتہ رفتہ کم ہونے لگی، اور قابل برداشت ہوگئی، لیکن اس وقت
تک سانس روکنے میں بہت زیادہ زور پڑ چکا تھا، اور بالآخر تین منٹ سے ساڑھے پانچ منٹ تک کے عرصہ
میں وہ شخص جس کا امتحان ہو رہا تھا بیہوش ہوگیا، بعض امیدوار اس سے کم ہی مدت میں بیہوش ہوگئے،

چنانچہ ضبط نفس کے اسی معیار پر قوت ارادی کی آزمائش کی گئی، اور اراکین مہم کا انتخاب ہوا،

سائنس اور وہم پرستی

پروفیسر لیوی (H. LEVY) کا خیال ہے کہ سائنس کی ترقی کے باوجود توہمات کا اثر ا[ب]
بھی لوگوں کے دلوں پر باقی ہے، زمانہ ماضی میں تو وہم پرستی ان لوگوں میں بھی پائی جاتی تھی جو آج کل سائنس کے
مایۂ ناز خیال کئے جاتے ہیں، چنانچہ کوپرنکس جس نے نظام شمسی دریافت کیا یقین کرتا تھا کہ سیاروں کو فرشتے
گردش میں رکھتے ہیں، کیپلر زائچے کھینچتا تھا، نیوٹن علم نجوم کی ان پیشینگوئیوں کو حل کرتا تھا جو کتاب دانیال
میں پائی جاتی ہیں، بوائل کا جو رائل سوسائٹی کے بانیوں میں تھا خیال تھا کہ دوسری دھاتیں بھی سونا
بن سکتی ہیں، یہی خیال نیوٹن اور لائبنٹز کا بھی تھا، پریسٹلے نے آکسیجن کو دریافت کیا لیکن اسکو فلوجسٹن کے وجود
کا یقین اس درجہ تھا کہ وہ آکسیجن کی اہمیت کو نہ سمجھ سکا، موجودہ زمانہ کے سائنس داں بھی کسی ایک نظریہ کو لیکر
اس کی نسبت اتنا یقین قائم کرلیتے ہیں، کہ اس کی حقیقت میں انہیں کوئی شبہ نہیں رہ جاتا، ایتھر کے متعلق جو
عام یقین ہے، وہ مثال میں پیش کیا جاسکتا ہے، مذکورۂ بالا مثالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ تحصیل علوم کے بعد
بھی وہم پرستی کلیتہً زائل نہیں ہو جاتی، آج یورپ کے اس دور ترقی و روشنخیالی میں بھی کتنے لوگ ہیں جو
جمعہ کے دن موتیوں کا ہار پہننا پسند کریں گے، کتنے ہیں جو اپنے مستقبل کے متعلق کوئی بری پیشینگوئی سنیں اور
اس کا اثر نہ قبول کریں، کتنے ہیں جو خطرہ کی خفیف سی اطلاع پر کسی لکڑی کو نہیں چھو لیتے، آج بھی لوگ گنڈے
تعویذ کے قائل ہیں، اور ان چیزوں کو اپنے پاس سے اس خوف سے علیحدہ کرنا پسند نہیں کرتے کہ ان کو نقصان
نہ پہنچ جائے،

برٹش میوزیم کے چند جدید مشرقی مخطوطات

حال میں برٹش میوزیم کو مندرجۂ ذیل مشرقی قلمی نسخے دستیاب ہوئے ہیں،

عربی مخطوطات،

(۱) التدبیرات الالہیہ، لمحی الدین محمد بن علی ابن العربی، چودھوین صدی عیسوی کی لکھی ہوئی،

(۲) شرح مقاصد الطالبین، (لمحمود بن عمر التفتازانی) کمحمد ابن محمود، منقولہ سنہ ۱۴۰۶ء،

(۳) الامان من اخطار الاسفار والازمان، لابی قاسم علی بن موسیٰ الطاؤسی، منقولہ سنہ ۱۶۸۲ء،

اس تالیف مین مسافرون کے لئے تمام ضروری معلومات یکجا کردیئے گئے ہین،

(۴) عیون التفاسیر، لاحمد بن محمد (؟ محمود) السیواسی، پندرھوین صدی عیسوی کی لکھی ہوئی،

فارسی مخطوطات:۔

تفسیر السور آبادی، از شیخ امام ابوبکر عتیق بن محمد، اس مین سورہ ۱۹ سے ۲۵ تک کی تفسیر شامل ہے، منقولہ سنہ [illegible]ء،

ترکی مخطوطات:۔

(۱) کتاب التنبیہ، ترجمہ ترکی کتاب مناقب الاولیا، از ابو اللیث السمرقندی، منقولہ سنہ ۱۴۲۵ء،

(۲) قصۂ جلال وجمال، از شیخ مصطفےٰ، سترھوین صدی عیسوی کی نقل،

افشائے راز کا ایک عجیب طریقہ

امریکہ کے ایک عالم نفسیات ڈاکٹر ارک لنڈیمان (ERICH LINDEMANN) نے ایک ایسا نسخہ دریافت کیا ہے جس کے استعمال سے ایک شخص بلاتکلف دوسرون کو اپنے تمام راز بتادیتا ہے، یہ دوا سوڈیم ترشہ (ACID) اور بعض دوسرے اجزا کو کیمیائی ترکیب سے ملاکر تیار کیجاتی ہے، ڈاکٹر لنڈیمان نے پہلے اسے ان مریضون کو استعمال کرایا، جو بعض دماغی بیماریون مین مبتلا تھے، اس کے استعمال سے نیند بہت گہری آتی تھی اور دماغ مین سکون پیدا ہوجاتا تھا، اس کے بعد انھون نے خوراک کی مقدار بہت کم کرکے یہ دوا ان لوگون کو پلائی جو بالکل تندرست تھے، مقدار اس قدر کم تھی کہ نیند نہین آئی، لیکن قلب مین ایک طرح کا ہیجان پیدا ہوا، جس کا سب سے زیادہ نمایان اثر یہ ہوا، کہ ان لوگون مین ان ذاتی معاملات کو بیان کرنیکی

جنھین معمولی حالت مین وہ پوشیدہ رکھنا چاہتے ایک زبردست خواہش پیدا ہوئی، ڈاکٹر موصوف کا تجربہ ہے کہ اس دوا کے استعمال کے بعد ناممکن ہے کہ کسی شخص سے اس کے پوشیدہ ترین راز دریافت کئے جائین اور وہ اُن کو بتا نہ دے،

ایک جھیل کی کرشمہ سازی

وسط اٹلی کے مقام کپینا (CAPENA) مین ایک چھوٹی سی جھیل ہے جسمین چند دنون سے عجیب وغریب تماشا نظر آتا ہے، دن مین کئی بار پانی غائب ہوجاتا ہے، اور جھیل بالکل خشک ہوجاتی ہے، کچھ دیر کے بعد پانی پھر واپس آجاتا ہے اور جھیل کنارے تک بھرجاتی ہے، وہان کی زمین کے نیچے کچھ دھما کا سنائی دیتا ہے، اور سطح پر خفیف سی لرزش محسوس کیجاتی ہے، پانی کی واپسی سے قبل کہر اچھاجاتا ہے جو پھر بعد کو دور ہوجاتا ہے، اہلِ سائنس اس حیرت انگیز واقعہ کی تحقیق مین مصروف ہین،

دماغ کا وزن

اسٹیشین کی اطلاع ہے کہ عام طور پر یورپ مین مرد کے دماغ کا وزن تقریباً (۴۸) آونس اور عورت کے دماغ کا تقریباً (۴۰) آونس ہوتا ہے، جو لوگ دماغی حیثیت سے زیادہ قوی ہوتے ہین، اُن کا دماغ اسی مناسبت سے زیادہ وزنی ہوتا ہے، چنانچہ بائرن کے دماغ کا وزن (۶۰) اونس تھا، اور کانٹ کا (۵۵) آونس، دماغ کے وزن کا اندازہ نہایت صحیح طور پر سر کی پیمایش سے ہوسکتا ہے، جو لوگ اب سے بیس ہزار یا تیس ہزار سال قبل رہتے تھے، اور جن کے بنائے ہوئے سنگ چقماق کے آلات فرانس کے بعض حصون مین پائے جاتے ہین، یا جنکی مصوری کے خوبصورت نمونے اسپین کے غارون مین دریافت ہوئے ہین اُن لوگون کے دماغ کا وزن اسی قدر تھا جسقدر موجودہ زمانہ مین لوگون کے دماغ کا ہے،

"ع ز"

استفسار وجواب

ابولہب

یہ مسلم ہے کہ مکہ معظمہ مین سب سے زیادہ ابوجہل نے رسول اللہ صلعم کو تکلیفین پہنچائین، اسی نے آپ کے جسم مبارک پر نجاست ڈلوائی، اسی نے آپ کے گلے مین چادر کا پھندا ڈال کر آپ کو پھانسی دینی چاہی، اسی نے دار الندوہ مین آپ کے قتل کا مشورہ دیا جس پر عمل کیا گیا" اور رات کو آپ کے گھر کا محاصرہ کیا" اسی نے بدر کا ہنگامہ برپا کیا، اور ہر قسم کی تدابیر صلح مین رخنہ اندازی کی" غرض آپ کی تکذیب مین سب سے زیادہ اسی کا حصہ تھا اور یہی برابر آپ کے تعاقب مین لگا رہتا تھا لیکن اسلام اور شارع اسلام کے ساتھ ابوجہل کے ان معاندانہ و مخالفانہ برتاؤ کے باوجود قرآن کریم نے مخالفین اسلام مین ابوجہل کا نام کہین نہین لیا، بلکہ اس کے بجائے ابولہب کا نام ایک خاص سورہ مین ان الفاظ کے ساتھ آیا "تبت یدا ابی لھب وتب" آخر ابوجہل کو چھوڑ کر غلانیہ ابولہب کے نام لینے کی کیا وجہ ہے؟

عبد الرحمن ندوی

کندوگلی رنگون.

معارف: خدا بھلا کرے سائل کا کہ اس نے اپنے سوال کے ذریعہ سے ہم کو اس دور آخر کے ترجمان القرآن مولانا حمید الدین بردالله مضجعہ کے معارف قرآنیہ سے جمہور اہل اسلام کو مستفیض کرنے کا موقع دیا،

سوال بے شبہہ نہایت اہم ہے لیکن تعجب ہے کہ ہمارے مفسیرین نے اس سوال کی طرف عام طور پر توجہ نہین کی تفسیرین بہت ہین اور ہم کو سب کے مطالعہ کرنے کا موقع نہین ملا ممکن ہو کہ کسی مفسر کے دل مین یہ سوال پیدا ہوا ہو اور اس نے اس کا جواب بھی دیا ہو لیکن مولینا حمید الدین مرحوم نے سورہ لہب کی تفسیر مین جس شرح و بسط

کے ساتھ اس دقیق نکتہ کو حل کیا، اس کی نظیر قدیم وجدید کسی تفسیر مین نہین مل سکتی،

یہ سورہ قرآن پاک کی آخری سورتون مین ہے، سورہ کوثر مین خانہ کعبہ کے عطیہ کی خوشخبری ہے، سورہ کافرون مین موحدین اور کفار کی علیحدگی اور برائت کا بیان ہے، سورہ نصر مین مکہ معظمہ کی فتح کی بشارت ہے" اب سورہ تبت مین مکہ کے دینی رئیس ابولہب کی مخالفانہ کوششون کی بربادی کی خبر ہے، اور بعد ازین سورہ اخلاص مین دین توحید کی تکمیل کا اعلان ہے،

اس آیت (یعنی تبت یدا ابی لھب) کے معنی یہ نہین ہین کہ ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ جائین اور یہ بددعا کا فقرہ نہین ہے، جیساکہ بعض مفسرین نے سمجھا ہے، بلکہ یہ خبر ہے کہ" ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ گئے، ہاتھ ٹوٹ جانے سے اس کے عاجزی بیکسی اور بے مددگاری اور اس کی مخالفانہ کوششون کی ناکامی مراد ہے، جیساکہ اس آیت کے بعد کی آیت ما اغنی مالہ وما کسب (اس کے مال اور اس کی کمائی نے اس کو کچھ فائدہ نہین دیا) یہ محاورہ عربی اشعار توراۃ اور دوسری زبانون مین بھی مستعمل ہے،

اس کے بعد اس آیت کی کھلی ہوئی تفسیر یہ ہے کہ اس کے ذریعہ سے دشمنان الٰہی کے رئیس اعظم اور اس امت کے فرعون کے ہلاکت کی خبر دیگئی ہے، جیساکہ خداوند تعالیٰ کا خود یہ قول "ما اغنی عنہ مالہ وما کسب" جو اس کے بعد اخبار ہے بددعا نہین،

دنیا مین خیر و شر کا تقابل قائم ہے" اس لئے ہر نبی کے مقابل ایک فرعون اس عہد مین ضرور رہا ہے جو نبی کی روحانی قوتون کو توڑنے مین مصروف ہوتا ہے" اور بالآخر وہ ہلاک و برباد ہوتا ہے" اور مخالفانہ کوششون کا خاتمہ ہوتا ہے، نبی کا مخالف بادشاہ بحیثیت بادشاہ کے نہین ہوتا، بلکہ بحیثیت رئیس دین کے ہوتا ہے" فرعون نے حضرت موسیٰؑ کی مخالفت ملک مصر کے بادشاہ ہونے کی حیثیت سے نہین کی بلکہ مصر کے رب اعلیٰ (انا ربکم الاعلیٰ) ہونے کے لحاظ سے کی،

اس تمہید کے بعد اب اس مسئلہ پر نظر ڈالنی چاہئے،

(۱) پہلا سبب جس کو حقیقی سبب کہا جاسکتا ہے یہ ہے کہ چونکہ ابولہب ایک دینی منصب رکھتا تھا، اس لئے خصوصیت کے ساتھ اس کا نام لیا گیا، کیونکہ خداوند تعالیٰ نے محمد صلعم کو بادشاہ بنا کر نہیں بھیجا تھا اسلئے جو لوگ ملکی حیثیت سے آپ کے مخالف تھے وہ آپ کے اصلی دشمن نہیں کہے جاسکتے تھے، بلکہ خداوند تعالیٰ نے آپ کو داعیِ حق بشیر، نذیر، اور سراجِ منیر بنا کر بھیجا تھا، اور آپ کو، صبر، نماز، اعلاے کلمۃ اللہ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم دیا تھا، اور ملتِ ابراہیمی کی رہنمائی اور خانہ کعبہ کو شرک کی نجاست سے پاک کرنے کی خدمت آپ کے سپرد کی تھی، یہی وجہ ہے کہ آپ کو آپ کے قریبی اہلِ خاندان کے ڈرانے کا حکم دیا تھا، کیونکہ یہی لوگ خانہ کعبہ کے مجاور، متولی اور خدمت گذار تھے، صرف رسول اللہ صلعم ہی کی تخصیص نہیں بلکہ تمام پیغمبرون کا یہی طریقہ ہے، دیکھو حضرت عیسیٰ علیہ السلام علماے یہود کو کس قدر صلواتین سناتے تھے، جس کی وجہ یہ تھی کہ وہی امانتِ الٰہی کے حامل تھے، اس لئے وہ بازپرس و مواخذہ سے بری نہیں ہو سکتے تھے، اس کے ساتھ وہی جمہور کے پیشوا ہین، اس لئے سب سے پہلے ان کو دعوت دیجاتی ہے تاکہ ان کی اصلاح سے عوام کی اصلاح ہو سکے اگر انبیاء عام لوگون کے سردارون کو نظرانداز کر دین تو یہ مداہنت فی الدین ہوگی، پیغمبرون اور ملکی انقلاب کوشون مین یہی تو فرق ہے، کہ جو لوگ ملک و سلطنت کے خواستگار ہوتے ہین، وہ صرف عوام کو بھڑکاتے ہین، جیسا کہ ہر دور کے باغیون کا شعار ہے، کیا تم کو نظر نہیں آتا کہ خداوند تعالیٰ نے سب سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے پاس جانے کا حکم دیا، حضرت دانیال علیہ السلام بنوخذنصر یعنی بختنصر کو دعوت دیتے تھے، جو ایک بہت بڑا بادشاہ تھا، خود رسول اللہ صلعم نے تمام دنیا کے بادشاہون کو دعوتِ اسلام دی تھی، اب اس اصول کے پیشِ نظر رکھ لینے کے بعد یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ابولہب خانہ کعبہ کا متولی اور خدمت گذار تھا، لیکن اس نے اس مذہبی سرداری مین سخت خیانت سے کام لیا تھا، اور رفادت کے ذریعہ سے بہت سی دولت جمع کر لی تھی، شرک کے ذریعہ سے تو اس نے خانہ کعبہ کے ایک ستون (یعنی توحید) کو منہدم کر دیا تھا، لیکن خیانت کے ذریعہ سے خانہ کعبہ کا ایک اور ستون بھی اس نے گرا دیا تھا، یعنی قربانیون کے ذریعہ سے غریبون کی جو امداد کیجاتی تھی، اور

خدا کے مہمانون یعنی حاجیون کو جو کھانا کھلایا جاتا تھا اس نے نیکی کے یہ تمام دروازے بند کر دیئے تھے، اس لئے اس پر خدا کا عذاب نازل ہوا، اور خانہ کعبہ کی تولیت اس سے چھین لی گئی، اس لحاظ سے چونکہ رسول اللہ صلعم کی بعثت کا مقصد صرف یہ تھا کہ خانہ کعبہ کو کفار کے غاصبانہ قبضے سے نکال کر اس کو بتون سے پاک و صاف کرین، اس لئے آپ نے اور رؤساے قریش یعنی اصحابِ ندوہ، اصحابِ قیادہ، اور اصحابِ لوا کو کوئی خاص اہمیت نہیں دی، حالانکہ انھین لوگون نے آپؐ کو تکلیفین پہنچائی تھین، آپ سے جنگ کی تھی، اور آپؐ کو اور آپؐ کے اصحاب کو خانہ کعبہ کے قرب و جوار سے باہر نکال دیا تھا. بلکہ آپ نے اس خائن اور دین کے برباد کرنے والے یعنی ابولہب کو زیادہ اہمیت دی کیونکہ وہ اپنے دینی عہدہ کی وجہ سے دین کا اصلی دشمن تھا، اور دینی حیثیت سے تمام قریش اس کے پیرو اور تابع تھے، اس لئے جب خدا نے یہ فرمایا کہ

تَبَّتْ يَدَا اَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ — ابولہب کے دونون ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ بالکل ہلاک ہوگیا،

تو گویا یہ فرمایا کہ کفر کے دست و بازو ٹوٹ گئے، اور شر و فساد کے جراثیم فنا ہو گئے،

(۲) دوسرا سبب یہ ہے کہ ابولہب کی اخلاقی حالت مذہبی اصولِ اخلاق کے بالکل مخالف واقع ہوئی تھی، کیونکہ رسول اللہ صلعم کو خداوند تعالیٰ نے فضائلِ اخلاق کا بہترین نمونہ اور مکارمِ اخلاق کا داعیِ برحق بنا کر مبعوث کیا تھا، چنانچہ خود خداوند تعالیٰ کہتا ہے،

انك لعلیٰ خلق عظیم — اے پیغمبر تم مین ایک بڑے درجہ کا اخلاق پایا جاتا ہے

اور خود رسول اللہ صلعم کا ارشاد ہے،

بعثت لاتمم مكارم الاخلاق، — مین فضائلِ اخلاق کی تکمیل کے لئے مبعوث ہوا ہون،

لیکن تمام فضائل کی اصل فیاضی، صلہ رحمی اور غریبون کی امداد ہے، اور اہلِ عرب نے اسی قسم کی اخلاقی فضا مین نشو و نما پائی تھی، اس لئے جب رسول اللہ صلعم نے توحید اور ہمدردی کی دعوت دی، تو شرفاے عرب نے اس اخلاقی دعوت کی بنا پر نہیں بلکہ اس بنا پر آپ کی مخالفت کی کہ وہ شرک مین مبتلا تھے اور

ان کو روزِ قیامت سے انکار تھا، لیکن ابولہب نے شرک سے زیادہ حرص وحسد کی بنا پر آپ کی مخالفت کی، اور اس کے حالاتِ زندگی کے مطالعہ سے یہ بات معلوم ہو سکتی ہے، کیونکہ قریش نے جب ظلم اور جاہلی حمیت کی وجہ سے آپ کی مخالفت پر اتفاق کیا اور ظالمانہ معاہدہ نامہ لکھکر تمام بنو ہاشم سے جنمین مسلمان اور مشرک دونون شامل تھے علیحدہ ہو گئے تو ابولہب بھی انھین ظالمون کا شریک تھا، اور اس طرح اس نے رسول اللہ صلعم کے رحمی تعلقات منقطع کر دیئے، حالانکہ یہ اہلِ عرب کے نزدیک بہت بڑا گناہ خیال کیا جاتا تھا، اور ان کے نزدیک خاندانی تعلقات کا یہ درجہ تھا کہ خدا کے ساتھ خاندانی رشتے کی قسم کا بھی واسطہ دیتے تھے، جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے خود سورۂ نساء مین فرمایا ہے:

فاتقوا اللہ الذی تساءلون بہ والارحام،	تو خدا سے ڈرو جس کے واسطے سے اور خاندانی رشتے کے واسطے سے تم کوئی درخواست کرتے ہو،

اس لئے جب اس موقع پر ابولہب نے بنو ہاشم کا خاندانی رشتہ توڑ دیا تو اس نے ذلیل ترین کام کیا، اگر اس مین عرب کی حمیت اور شرافت کا شائبہ بھی ہوتا، تو حضرت ابوطالب کی روش اختیار کرتا، کہ وہ اپنی قوم کے دین (یعنی شرک) پر تو قایم تھے، لیکن بااینہمہ (خاندانی رشتہ کی بنا پر) رسول اللہ صلعم کی حمایت کرتے تھے، یا حضرت حمزہؓ کی تقلید کرتا، کہ جب ابوجہل نے رسول اللہ صلعم کو تکلیف دینا چاہی تو صرف اپنے بھتیجے (یعنی رسول اللہ صلعم) کی حمایت کے لئے مسلمان ہو گئے، اسی طرح مذہبی شدت وغلو کی بنا پر بھی وہ رسول اللہ صلعم اور تمام بنو ہاشم کا مخالف نہ تھا، کیونکہ معرکۂ بدر قریش کا سب سے بڑا معرکہ تھا، اور اسمین تمام شرفاے قریش نے شرکت کی تھی، لیکن صرف ابولہب نے اس معرکے سے پہلوتہی اختیار کی اور اس مین شریک نہ ہوا، اس لئے اگر اس مین ذرہ برابر بھی مذہبی احساس ہوتا تو سردارانِ قریش کی طرح وہ بھی اس مین شرکت کر کے اپنے دین کی حفاظت کے لئے جنگ کرتا، غرض ابولہب نے عصبیتِ قومی اور تعصب دینی سے رسول اللہ صلعم کی مخالفت نہین کی، بلکہ اس کا سبب صرف یہ تھا کہ وہ کفارے رفادت کا مال لیتا تھا اور خود اپنے لئے اس کو جمع کرتا تھا، اسی

حرص ودنائت کی وجہ سے اہلِ عرب نے اس پر سونے کی اُس ہرن کی چوری کا الزام لگایا تھا، جو خانہ کعبہ کے اندر رکھا ہوا تھا، حالانکہ وہ عرب کے اُس معزز خاندان سے تعلق رکھتا تھا جو فیاضی مین مشہور تھا،

اس تفصیل سے ثابت ہوا کہ ابولہب مین ابوجہل کی خودداری اور ابوسفیان کی ریاست نہ تھی جس کی وجہ سے وہ رسول اللہ صلعم کی مخالفت کرتا، بلکہ وہ آپ کی مخالفت صرف اس لئے کرتا تھا کہ آپ اس کو سخاوت و فیاضی کا حکم دیتے تھے، بخل سے روکتے تھے، اور یتیمون، مسکینون اور غلامون کے ساتھ سلوک کرنے کی ترغیب دیتے تھے، اور بنو ہاشم کی رسم کے مطابق قحط کے زمانہ مین بھوکون کے کھانا کھلانے پر آمادہ کرتے تھے، اور یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وہ سنت تھی جس کو اہلِ عرب نے قائم رکھا تھا، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ سنت اس لئے قائم کی تھی کہ اہلِ عرب کی روح کو جلا حاصل ہو اور خانہ کعبہ کی تولیت کا حق ادا ہو، اسلئے وہ رسول اللہ صلعم کی ہدایت وارشاد کو سنکر جل جاتا تھا، کیونکہ اس کے دل مین خیانت اور بخل کا جو مادہ تھا اس سے وہ واقف تھا، غرض وہ صرف مشرک نہ تھا، بلکہ شرک کے ساتھ نیک خصائل وعادات کا بھی دشمن تھا، اور صرف دنیوی زندگی پر قانع ہو گیا تھا، اس لئے وہ رسول اللہ صلعم کی نبوت کا سب سے بڑا دشمن اور فضائلِ اخلاق کے دشمنون کا سردار تھا، جیسا کہ آپ کی نبوت کا سب سے بڑا دوست وہ تھا جو سب سے زیادہ فیاض اور پرہیزگار تھا،

(۳) تیسرا سبب یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلعم نے سب سے پہلے دعوتِ اسلام دینا شروع کی تو اوّل اوّل ابولہب ہی نے آپ کی مخالفت کی، اس سے قبل کسی نے آپ کی مخالفت نہین کی تھی، بلکہ آپ کی ذات منبع الخیرات کے اثر سے کسی قدر آپ کی باتون کا یقین کرنے لگے تھے، لیکن ابولہب اسلام کی تگ وتاز کیلئے ایک سدِّ راہ بن گیا، اور اہلِ عرب کو آپ سے متوحش ومتنفر بنا دیا، چنانچہ جب آپ نے کوہِ صفا پر چڑھکر باواز بلند پکارا "یا صباحاہ" تو اہلِ مکہ آپ کے گرد جمع ہو گئے اور آپ نے فرمایا کہ مین تم کو ایک سخت عذاب سے ڈراتا ہون" اس پر ابولہب نے کہا؛ "تبالک لھذا دعوتنا" یعنی تم پر ہلاکت ہو کیا اسی لئے ہم کو بلایا ہے، پھر جب خدا نے آپ کو آپ کے قریبی اعزہ کے ڈرانے کا حکم دیا، اور آپ نے ان کو بلا کر کھانا کھلایا، اور کھانے سے فارغ

ہونے کے بعد ان سے گفتگو کرنی چاہی تو ابولہب بول اٹھا "محمد نے تم کو کس قدر مسحور کر دیا ہے" اب سب لوگ منتشر ہو گئے اور آپ ان سے گفتگو نہ کر سکے، پھر جب آپ کو اپنی خاص قوم سے مایوسی ہوئی اور ایام حج مین آپ تمام عرب کو ایمان و توحید کی دعوت دینے لگے، تو ابولہب نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ آپ کے پیچھے سے (لوگون کو بھڑکا کر) کہتا کہ لوگو تمکو یہ یہ دعوت دیتا ہے کہ لات وعزیٰ اور اپنے حلیف بنو مالک بن اقیش کے جن کا جو اپنے کندھون سے اتار پھینکو اور اس کی پیدا کی ہوئی بدعت اور گمراہی کو قبول کرو، تو تم نہ اس کی اطاعت کرو، نہ اس کی بات سنو" غرض ابتدائے اسلام سے وہ اسلام کا دشمن رہا اور اسی بغض و عداوت کے ساتھ مر بھی گیا،

(۴) چوتھا سبب یہ ہے کہ ابولہب رسول اللہ صلعم کا نہایت قریبی عزیز یعنی چچا تھا، اس لئے خداوند تعالیٰ نے اس کا نام صراحت کے ساتھ اس لئے لیا تاکہ ہم کو معلوم ہو سکے کہ جب کسی کے اعمال اس کو خدا سے الگ کر دیتے ہین تو نیکون کی عزیز داری یہانتک کہ خدا کے محبوب پیغمبر کی رشتہ داری بھی اسکو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی جیسا کہ خدا وند تعالیٰ فرماتا ہے:۔

لن تنفعکم ارحامکم ولا اولادکم یوم القیمۃ — قیامت کے دن تمھاری عزائین اور تمھاری اولادین تمکو کوئی فائدہ نہ پہنچا سکین گی

اس معاملے مین ابولہب کی مثال ٹھیک آزر کی ہے جسکی نسبت ارشاد خداوندی یہ ہے:۔

وما کان استغفار ابراھیم لابیہ الا عن موعدۃ وعدھا ایاہ فلما تبین لہ انہ عدو للہ تبرأ منہ ان ابراھیم لاواہ حلیم، — ابراہیم نے اپنے باپ کیلئے مغفرت کی جو دعا مانگی تھی وہ ایک وعدے کی بنا پر تھی جو انھون نے اس سے وعدہ کیا تھا لیکن جب ابراہیم کو معلوم ہوا کہ وہ خدا کا دشمن ہے تو اس سے علٰحدگی اختیار کر لی بیشک ابراہیم بردبار ہے،

تو جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اتمام حجت کے بعد اپنے باپ سے علٰحدگی اختیار کر لی اسی طرح تکمیل دعوت اور ہجرت کے بعد محمد رسول اللہ صلعم نے اپنے چچا کے خلاف صدائے حق بلند کی حالانکہ یہ آپ پر نہایت شاق تھا کیونکہ آپ تمام لوگون پر عموماً اور اپنے اعزہ پر خصوصاً نہایت مہربان تھے، اور ان کے لئے دعائے مغفرت کرتے رہتے تھے، یہانتک کہ خدا نے اس کی ممانعت کر دی،

"ع"

ادبیات

مادہ پرست سے خطاب

از جناب محمد اسد خان صاحب بی اے ملتان،

حیرت مین کیون ہے، عقدۂ مشکل کو دیکھکر؟
کر زندگی پہ غور ذرا دل کو دیکھ کر،

افسوس تو سراغ حقیقت نہ پا سکا
ارض و سما کے جلوۂ باطل کو دیکھ کر

ساقی کی چشم مست سے محروم ہی رہا
گردون پہ تو نجوم کی محفل کو دیکھ کر

محمل نشین کی تجھ کو خبر کیا کہ غش ہے تو
نقش و نگار پردۂ محمل کو دیکھ کر

تیری نگاہ قبر سے آگے نہ جا سکی
ہنستی ہے زندگی، تیری منزل کو دیکھ کر

مت کہہ کہ پا لیا دُرِ دریائے معرفت[1]
اک سنگریزۂ لب ساحل کو دیکھ کر

تحقیق سے گمان کے سوا کیا ملا تجھے؟
حیران ہون تیرے علم کے حاصل کو دیکھ کر

حسن ازل کے نور کا پرتو ہے زندگی
سورج کو مان لے مہ کامل کو دیکھ کر

کر علت العلل کی طرف ذہن منتقل
خود اپنے منتہائے دلائل کو دیکھ کر

قانون ساز کون ہے آخر؟ ذرا تو سوچ
نظم نظام قدرت کامل کو دیکھ کر

کیا تجھ پہ مادّے کی حقیقت نہین کھلی؟
ذرّے کے پارہ پارہ شدہ دل کو دیکھ کر

واللہ تازہ ہوتا ہے ایمان اے اسد
سائنس کے جدید مسائل کو دیکھ کر،

[1] سر اسحاق نیوٹن کے مشہور قول کی طرف اشارہ ہے، "اسد"

باب التقریظ والانتقاد

اردو زبان کے چند جدید رسالے

گذشتہ ششماہی میں اردو کے جو جدید رسالے نکلے ہیں، وہ حسب ذیل ہیں:-

سعید (ماہوار مصور) اڈیٹر ڈاکٹر سید احمد سعید بریلوی حجم ۷۰ صفحے لکھائی چھپائی اور کاغذ عمدہ قیمت سالانہ ۳ روپے، پتہ:- دفتر سعید کوچہ چیلان دہلی،

ایسٹرن لٹریچر کمپنی دہلی کا ارگن رسالہ "کامیابی" جو ڈاکٹر سید احمد صاحب سعید بریلوی کی ادارت میں نکلنا شروع ہوا تھا، اس کے بند ہونے کے بعد ڈاکٹر صاحب کی ذاتی نگرانی میں زیر نظر رسالہ "سعید" نکلنا شروع ہوا ہے، سعید کا اصل مقصد مسلمانوں کی اقتصادی اصلاح کرنا ہے، چنانچہ "شاہراہ کامیابی" اور "راز حیات" وغیرہ کے عنوان سے اس موضوع پر اس میں متعدد مضامین شایع ہوتے ہیں، نیز رسالے کے مستقل عنوان "مذہب و اخلاق" "علم و ادب" اور "حفظان صحت و علاج امراض" وغیرہ بھی ہیں، رسالہ مجموعی حیثیت سے دلچسپ ہے، اس کے چند پرچے نظر سے گذرے ہیں، اور اس وقت پہلا نمبر بابت ماہ اگست ۳۱ء زیر نظر ہے، اس میں مختلف مقالات "مسلمان اور قومی آزادی کی تحریک" ڈاکٹر عابد حسین صاحب "یاد رفتگان" پنڈت برجموہن دتاتریا کیفی، اور "فسانہ تنہا قلبی" ڈاکٹر سعید وغیرہ کارآمد اور دلچسپ مضامین ہیں، ڈاکٹر صاحب اردو کے پرانے اور اچھے لکھنے والے ہیں، توقع ہے کہ وہ اپنی ذاتی مستعدی سے "کامیابی" کی ناکامی کی طرح "سعید" کو ناکامیاب ہونے نہ دینگے،

تبلیغ (ماہوار مصور) اڈیٹر ابو البیان آزاد حجم ۴۸ صفحے کاغذ اور لکھائی چھپائی اوسط درجہ قیمت سالانہ ۲؎ پتہ:- دفتر رسالہ تبلیغ جوڑیوالان دہلی،

رسالہ تبلیغ اگرچہ اپنے نام کے لحاظ سے ایک مذہبی پرچہ ہے، لیکن مضامین کے اعتبار سے عام ادبی رسائل کی صف میں داخل ہے، مضامین چند ابواب "مذہبی" "ادبی" اور "افسانے" وغیرہ میں تقسیم ہیں،

بچون کی دنیا، (ماہوار مصور) اڈیٹر سید حامد علی حامد، دیوی دت نیکل حجم ۴۰ صفحے لکھائی چھپائی اور کاغذ نہایت اعلیٰ، اور بچون کے مناسب، قیمت سالانہ عہ، نمونہ مفت، پتہ: مینجر انڈین پریس لمیٹڈ الہ آباد۔

انڈین پریس الہ آباد نے چھوٹے بچون کے لئے یہ خوبصورت، مفید، اور دلچسپ رسالہ "بچون کی دنیا" کے نام سے جاری کیا ہے، جو اپنی ظاہری شکل و صورت کے لحاظ سے بچون کو اپنی طرف مائل کرنے والا ہے، مضامین اور نظمین بھی بچون کی سمجھ کے مطابق ہوتے ہین، جن سے ان کی دماغی و اخلاقی تربیت ہو سکتی ہے، غالباً یہ بچون کے رسالون مین سب سے بہتر رسالہ ہے، جو بچون کی تعلیم و تربیت کے لئے کارآمد ہوگا،

تربیت، (پندرہ روزہ) مدیر مسعود عالم ندوی حجم ۲۰ صفحے، لکھائی چھپائی نہایت ناقص کاغذ معمولی قیمت سالانہ عہ، پتہ:- دفتر رسالہ تربیت قلعہ، بہار شریف ضلع پٹنہ،

صوبہ بہار کی سرزمین رسالون کے لئے جس قدر شور واقع ہوئی ہے، شاید ہندوستان کا کوئی خطہ اس قدر بنجر نہ ہوگا، اس گذشتہ ششماہی میں جن چند رسالون کا تعارف کرایا گیا تھا، اُن مین اب بجز ندیم گیا کے کوئی بھی جاری نہین، اب وہین سے ایک جدید پندرہ روزہ رسالہ "تربیت" جاری ہوا ہے، جو قصبہ بہار شریف سے نکلنے لگا ہے، لیکن افسوس ہے کہ یہ رسالہ اپنے مضامین، ترتیب، لکھائی اور چھپائی ہر حیثیت سے کم از کم ابھی توجہ کا محتاج ہے کہ عام ادبی رسائل کی سطح پر تو آجائے، ضرورت ہے کہ مولوی مسعود عالم صاحب ندوی اڈیٹر رسالہ بذات خود اس پر توجہ کرین،

فلمی دنیا، (مصور) ادارہ تحریر "دائی" کے طارق و ظفر احمد تبریزی حجم ۴۰ صفحے، لکھائی چھپائی معمولی اور کاغذ اوسط درجہ، قیمت ۳ پتہ:- دفتر فلمی دنیا نمبر ۱۱ ہریسن روڈ کلکتہ،

جناب "دائی" کے طارق نے کلکتہ سے چند ماہ گذرے "فلم ریویو" کے نام سے ایک رسالہ نکالا تھا اور

اب اُس سے علیحدہ ہونے کے بعد "فلمی دنیا" کے نام سے ایک جدید رسالہ جاری کیا ہے جسمین تمامتر فلم سے متعلق مضامین ہوتے
ہین اسوقت پہلا نمبر بابتہ ماہ اکتوبر ۱۹۳۱ء ہمارے پیشِ نظر ہے جسکے شذرات مین فلمی دنیا کے مقاصد واضح کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ
"اردو دان طبقہ کو فلم کی کرشمہ سازیون سے واقف کرنا، اور نیز اسکے رازہاے سربستہ کا انکشاف کرنا ہے۔۔۔۔ اور نیز اسلامی ممالک کی فلم سازی
وغیرہ سے باخبر کرنا ہے"

کائنات، مرتبہ سراج الحسن تمنا صدیقی حجم ۴۶ صفحے، لکھائی چھپائی معمولی، کاغذ اوسط درجہ، قیمت
سالانہ ؏، پتہ:۔ دفتر رسالہ کائنات بلند شہر،

رسالہ کائنات اپنے شہر کے بلند پایہ مضمون نگار جناب سید حسن صاحب برنی ایڈوکیٹ کی سرپرستی مین ماہ جولائی
۱۹۳۱ء سے جاری ہوا ہے، سرورق پر "علمی، ادبی، اخلاقی و تاریخی مضامین کا مجموعہ" کے لقب سے رسالہ کو روشناس کیا گیا ہے، رسالہ کا
پہلا نمبر ہمارے پیشِ نظر ہے، جسمین "امیر خسرو اور ہندوستان کی محبت" ایک دلچسپ مضمون ہے، نیز اردو کے بعض مشہور شعرا مثلاً صفی
و جگر و ساغر وغیرہ کے کلام شایع ہوئے ہین، مولوی سید حسن صاحب برنی ایڈوکیٹ ملک کے روشناس اہلِ قلم مین ہین،
اگر رسالہ کو انکی سرپرستی حاصل رہی تو توقع ہے کہ آیندہ یہ اردو کے اچھے اور کارآمد رسالون مین جگہ حاصل کریگا،

الایمان، مدیر خصوصی:۔ محمد مظہر الدین حجم ۴۰ صفحے لکھائی چھپائی اور کاغذ معمولی، قیمت ؏ پتہ:۔
دفتر اخبار الامان دہلی،

مولانا محمد مظہر الدین صاحب مالک الامان کی ادارت مین الایمان کے نام سے ماہوار رسالہ جاری ہوا ہے، چونکہ یہ ایک
اخبار کے دفتر سے شایع ہونا شروع ہوا ہے، اس لئے ارادی و غیر ارادی طور پر اکثر مباحث سیاسی ہین اور اکثر مضامین غیر زبان
کے اخبارات اور رسائل کے مضامین کا ترجمہ ہین، اگر سیاسی مباحث خارج کرکے اسکو خالص ادبی و علمی پرچہ بنا دیا جائے تو بھی
غیر زبان کے بہتیرے ملکی و غیر ملکی اخبارات و رسائل کے ترجمون سے اس قسم کا مفید رسالہ جاری رہ سکتا ہے، تاہم اس صورت مین
بھی یہ رسالہ اپنے مضامین کے اعتبار سے مطالعہ کے لائق ہے، اسوقت مئی جون کا مشترک نمبر ہمارے سامنے ہے، رسالہ کے نام کی مناسبت
سے بعض مذہبی مضامین بھی ہین، نیز افسانون اور تاریخی واقعات کے چٹکلون سے بھی رسالہ کو دلچسپ بنانے کی کوشش کی گئی ہے،

مطبوعات جدیدہ

برہان التنزیل، مصنفہ مولانا محمد مسلم صاحب عثمانی، حجم ۲۳۴ صفحے، لکھائی چھپائی معمولی، کاغذ
اوسط درجہ، قیمت ؏، پتہ: جناب محمد متین صاحب منیجر علمی کتبخانہ دیوبند ضلع سہارنپور،

مولانا محمد مسلم صاحب عثمانی نے قرآن مجید کے کلامِ الٰہی ہونے کو دو سو عقلی دلیلون سے اس مفید تالیف مین ثابت
کیا ہے، کتاب کا آغاز ایک مقدمہ سے ہوتا ہے جسمین پہلے کلامِ الٰہی کے اوصاف متعین کئے گئے ہین، پھر انھین اوصاف
کے لحاظ سے قرآن مجید کو جانچا گیا ہے، اس کے بعد مختلف ابواب مین مختلف مباحث پیش کئے گئے ہین، مثلاً قرآن مجید
کی مختلف پیشین گوئیون کا پورا اترنا، مخالفینِ اسلام کے رازِ سربستہ کا انکشاف کرنا، قرآن مجید کا دعوی فصاحت،
اور منکرین کی ناکامی، قرآن مجید کا نوامیسِ فطرت کو مقرر کرنا، اور جدید سے جدید ترقیون کے باوجود نوامیس کے
ان اصول کا ازلی و ابدی ثابت ہونا، حقایق قرآنی، قرآن مجید کے دعوون کے مقابلہ مین عجزِ انسانی، قرآن مجید
کی تعلیمات کا قدیم صحفِ سماوی کے مطابق ہونا، اور سیرت نبوی ؐ سے کلام مجید کے کلامِ الٰہی ہونے کی تصدیق
وغیرہ، کتاب کا طرزِ استدلال و اسلوبِ بیان دلآویز ہے، لیکن افسوس ہے کہ مباحث مین نظم و ترتیب کی کمی ہے،
فہرستِ مضامین بھی منسلک نہین، لیکن جو مباحث ہین وہ اپنی جگہ پر جامع ہین، اور جو دلائل ہین وہ تشفی بخش اور مستحکم
ہین، ضرورت ہے کہ جدید تعلیم یافتہ حلقون مین اس کی اشاعت کیجائے،

قرآن اور نئی روشنی، مترجمہ جناب مولوی سید حبیب احمد صاحب کاظمی امروہوی، حجم ۱۲۰ صفحے،
لکھائی چھپائی اور کاغذ اوسط درجہ، قیمت ؏، پتہ:۔ منیجر صاحب ترقی بک ڈپو چھوٹا مارکیٹ کراچی (سندھ)
مصری صاحبِ قلم شیخ طنطاوی جوہری نے "القرآن والعلوم العصریۃ" کے نام سے ایک رسالہ لکھا تھا،
اس کا اردو ترجمہ "قرآن اور نئی روشنی" کے نام سے کیا گیا ہے، رسالہ کا مقصود مسلمانون کو علوم جدیدہ کی طرف مائل کرنا ہے"
اسکی ثبوت کیلئے کلام مجید کی مختلف آیتون سے دکھایا گیا ہے کہ قرآن مجید مین مختلف علوم جدیدہ کی اصل کا سراغ

ملتا ہے، طرزِ استدلال یہ ہے کہ مثلاً قرآن مجید کی جن آیتوں میں "نبات" کا ذکر آیا ہے، ان سے علمِ نباتات کی تحصیل کی
جنمیں "نجوم" کا ذکر آیا ہے ان سے علمِ ہیئت کی تحصیل کی ضرورت ثابت ہوتی ہے، ترجمہ صاف اور سلیس ہے،

مولودِ ہمایون، از جناب حاجی محمد موسیٰ خان صاحب شروانی، حجم ۱۶۶ صفحے، کاغذ عمدہ، لکھائی
چھپائی معمولی قیمت عہ پتہ:۔ مکتبہ عہد آفرین ترپ بازار، حیدر آباد دکن،

جناب حاجی محمد موسیٰ خان صاحب شروانی رئیس دتاولی کے سلسلۂ تالیف "اسلامی خلافت کا کارنامہ" کا تعارف
ایک سے زیادہ مرتبہ ان صفحات میں ہو چکا ہے، "مولودِ ہمایون" اسی کا ایک حصہ ہے، اور اس پر بھی چند سال گذر
تبصرہ کیا جا چکا ہے، اب اسی کا طبع ثانی مکتبۂ عہد آفرین حیدر آباد سے شائع ہوا ہے، اس میں آنحضرت صلعم کی ولا
سے ہجرت تک کے حالات ہیں جن میں آپ کی اخلاقی تعلیمات کو خصوصیت سے جمع کیا گیا ہے،

عطیۂ پیغمبر، پیغام رسول، مظہرِ علمِ دین — تصنیفات جناب غلام علی خان صاحب کامل جوناگڈھی حجم بہ ترتیب ۱۱۶-۱۲۹-۳۶ صفحات، تقطیع چھوٹی، پتہ:۔ جناب منشی غلام علی خان صاحب کامل، جوناگڈھ کاٹھیاواڑ،

اول الذکر دونوں رسالے چند اخلاقی رباعیات پر مشتمل ہیں، نیز انھیں اخلاقی احادیث کا مختصر مجموعہ بھی کہا
جا سکتا ہے، ہر رسالہ میں پچاس پچاس سے زیادہ حدیثیں ہیں، ایک صفحہ پر ایک حدیث اور اس کا سلیس ترجمہ اور مقا
کے صفحہ پر اسی حدیث کے مضمون کو ایک ایک رباعی میں درج کیا گیا ہے، اور آخر الذکر رسالہ "مظہرِ علمِ دین" میں "فضیلت
علم و مذمت جہل" کے عنوان پر ایک مختصر مثنوی لکھی ہے، ان رسالوں کا مطالعہ عام مسلمانوں کے لئے مفید ہوگا،

مغزِ نغز، از مولانا ابوبکر محمد شیث صاحب جون پوری، ناظم دینیات مسلم یونیورسٹی حجم ۲۳۶ صفحے،
تقطیع چھوٹی، لکھائی چھپائی اچھی قیمت عہ، پتہ، مولوی ابو المناظر علی اعلیٰ محلہ قضیانہ، جونپور،

مولانا ابوبکر محمد شیث صاحب نے مسلم یونیورسٹی کے نصابِ تعلیم کے لئے مثنوی مولانا روم کے شش دفتر کا عطر
اس مختصر مجموعہ انتخاب "مغزِ نغز" میں کھینچا ہے، جو شش دفتر کی مناسبت سے چھ ابواب میں منقسم ہے، پہلا باب گویا

دیباچہ کتاب ہے، جسمیں حمد و نعت و مناقب و اشعار مثنوی متعلق بہ مثنوی ہیں، دوسرا باب مبادیِ تصوف میں ہے،
جس میں مسائل ذات و صفات، نبوت، وحی، اور معجزات وغیرہ کا بیان ہے، تیسرے باب میں عام مسائل اصطلاحیہ
وحدت وجود، خیر و شر، جبر و اختیار، اور پھر مختلف ابواب میں فنِ تصوف کی تعلیمات، ریاضت، ارادت، مجاہدہ، ایمان
توبہ اور نتائج تعلیمات مقامات و احوال، پھر اخلاق حسنہ، زہد و تقویٰ، صبر و قناعت، شکر و سخاوت اور اسی طرح اخلاق
رذیلہ کبر و نخوت، حرص و طمع، شہرت و جاہ وغیرہ کے متعلق مثنوی کے منتخب اشعار مختلف عنوانوں میں درج ہیں،
آخری باب حکایات میں ہے، جس میں سو سے زیادہ مثنوی کی حکایتیں اختصار کے ساتھ اخذ کی گئی ہیں، انتخاب
کی اصل خوبی سلسلۂ بیان و سلسلۂ حکایت کے ربط و تسلسل کو تخابات کے باوجود قائم رکھنا ہے، اور یہ جامعیت و نظم
تسلسل بیان در اصل مولانائے موصوف کے اس طویل مطالعہ کا نتیجہ ہے جو ان کے ذوق و عقیدت سے مثنوی کے
اوراق ہمیشہ ان کے سامنے کھلے رہتے ہیں، اور جب انتخاب کا وقت آیا تو گویا زبانِ مثنوی مولوی میں خلاصہ مباحث
از خود قلمبند ہو گئے، کتاب کی ابتدا میں ایک مقدمہ ہے جس میں مولانائے روم کے سوانح حیات اور مثنوی کا مختصر
تعارف کرایا گیا ہے، توقع ہے کہ یہ مجموعۂ انتخاب، نصابِ درس کے علاوہ اربابِ ذوق میں بھی مقبول ہوگا،

منکرانِ خدا سے خطاب، از جناب مولوی سید علی اختر صاحب اختر حجم ۳۹ صفحے، تقطیع چھوٹی
لکھائی چھپائی اچھی، قیمت ۶ر پتہ:۔ مکتبہ عہد آفرین ترپ بازار، حیدر آباد دکن،

مولوی سید علی اختر صاحب اختر اس وقت حیدر آباد کے اچھے لکھنے والے شعراء میں ہیں، زیر تبصرہ رسالہ انھیں
کے قلم سے نکلا ہے جسمیں وجود باری تعالیٰ پر نہایت لطیف و موثر انداز بیان میں روشنی ڈالی گئی ہے، اگرچہ وجود باری تعالیٰ
کے دلائل ہی ہیں جو علمِ کلام میں عام طور پر بیان کئے جاتے ہیں، لیکن اندازِ بیان میں منطقی دعویٰ و استحالہ کا
تصور نہیں پایا ہے، رسالہ کی ابتدا میں مولوی ابو الاعلیٰ صاحب مودودی کا ایک مقدمہ ثبت ہے،

مثنوی ناسخ، مرتبہ جناب حبیب اللہ صاحب غضنفر ایم اے، ریسرچ اسکالر الہ آباد یونیورسٹی،
ناشر کتابستان ریلوے روڈ، الہ آباد، تقطیع چھوٹی، کاغذ عمدہ، خط ٹائپ، قیمت ۱۲ر

شیخ ناسخ مرحوم کی ایک مثنوی مناقب علی میں تھی جو دیوان ناسخ میں شایع ہو چکی ہے، اور نیز علیحدہ رسالہ کی

شکل میں بھی چھپ چکی ہے، اسی مثنوی کو جدید تحشیہ و تعلیق کے ساتھ شایع کیا گیا ہے مثنوی حمد و نعت کے بعد مناقب علی

کی مختلف اہم احادیث و روایات کے ترجمون پر مشتمل ہے، مرتب نے ان احادیث کا اصل متن بھی تلاش کر کے مقدمہ

منسلک کر دیا ہے، یہ روایتیں اہل سنت و شیعہ دونون کی کتابون سے ماخوذ ہیں، اور آخر مین مغلق الفاظ کا فرہنگ

لگایا گیا ہے، اور نیز مقدمہ مین شیخ ناسخ کے مختصر سوانح حیات لکھے ہیں، اور پھر اسی مقدمہ مین اس مثنوی کے شاعرانہ

خصوصیات دکھائے گئے ہیں، جس مین اس کو شعریت کے انبار کا حامل بتایا گیا ہے، حالانکہ یہ مثنوی محض مذہبی

روایات کے سادہ اور سلیس ترجمہ پر مبنی ہے اور اس سے زیادہ اور کچھ نہیں، اسی طرح مرتب کی بعض اور تنقیدین بھی

محلِ نظر ہیں،

تلاشِ حق، مترجمہ جناب ڈاکٹر سید عابد حسین صاحب ایم اے، پی ایچ، ڈی، ناشر مکتبۂ جامعہ ملیہ اسلامیہ

قرول باغ دہلی، حجم جلد اول ۴۶۲ و جلد دوم ۴۰۴ صفحے تقطیع چھوٹی، لکھائی چھپائی عمدہ قیمت ہر ایک جلد

کی ایک ایک روپیہ،

"تلاش حق" مہاتما گاندھی کی خود نوشت سوانح حیات کا اردو ترجمہ ہے، اگرچہ مہاتما گاندھی کو دور حاضر مین جو

بین الاقوامی شہرت حاصل ہے، وہ ان کی پر ہیجان، سیاسی جد و جہد کے باعث ہے، لیکن اس تلاش حق مین ان کی

زندگی کا اصل مطمح نظر اس اضطراب انگیز سعی عمل سے بالکل علیحدہ گیان اور معرفت کے حصول کی ایک بہت ہی خاموش

سعی نظر آتی ہے، اور وہ اپنے مطلوب و منتہائے عرفان کو اپنے الفاظ مین "حق" کے لفظ سے ادا کرتے ہیں، گاندھی جی کو

اعتراف ہے، کہ ابھی تک انھون نے عرفان کی وہ تجلیان نہیں پائی ہیں جنھیں اصل مطلوب کہا جاتا ہے، چنانچہ کہتے

ہیں خدا کی پرستش مین اسے حق محض سمجھکر کرتا ہون، مین نے اسے اب تک نہیں پایا، مگر مین برابر اسے ڈھونڈھ رہا ہون،

......"تلاش حق" اسی متلاشی حق کی جستجوون کی ایک تعبیری سرگذشت ہے، ان دونون جلدون مین گاندھی جی کی

پیدایش سے تحریک ترک موالات کے آغاز تک کے حالات ہیں، اور انھین مین تلاش حق کی وہ تمام منزلین نظر آتی

ہیں، جو گاندھی جی کا اصل مقصد حیات ہے، کتاب کے اردو ترجمہ کے لئے اردو کے لایق و مستند مترجم کا نام کافی

ہے، جنھون نے لفظی ترجمہ کی رعایت کے ساتھ گاندھی جی کے اصل مفہوم کو ایسے انداز بیان مین جو بالعموم خود گاندھی

جی اردو مین رکھتے ہیں، ادا کرنے کی کوشش کی ہے، کتاب مین جا بجا گاندھی جی کی مختلف زمانون کی تصویرین

بھی دی گئی ہیں،

بس کا روکھ، مترجمہ جناب فدا علی خان ایم اے علیگ صدر شعبۂ فارسی و اردو ڈھاکہ یونیورسٹی ناشر،

کتابستان ریورروڈ الہ آباد، حجم ۲۶۵ صفحے، تقطیع چھوٹی، خط ٹائپ، قیمت عہ

"بس کا روکھ" یا زہریلا درخت" بنگال کے مشہور افسانہ نگار بابو بنکم چندر چٹرجی کے ایک افسانہ کا اردو ترجمہ ہے،

جس مین دکھایا گیا ہے کہ جس وقت انسان کے دل مین معصیت کا بیج جگہ پاتا ہے، اس کو اسی وقت اکھیڑ کر پھینک دینا

چاہئے، ورنہ وہی بیج ایک زہریلا درخت بنکر انسانیت کی بربادی کا موجب ہوتا ہے، اسی خیال کو اس افسانہ مین

نہایت سبق آموز، رقت انگیز، اور دلچسپ پلاٹ مین پیش کیا گیا ہے، یہ افسانہ بابو بنکم چندر چٹرجی کے مشہور افسانون

مین ہے، اور اس کا ایک اردو ترجمہ اس سے پہلے بھی کیا جا چکا ہے، اس لئے افسانہ کے متعلق کچھ زیادہ لکھنے کی ضرورت

نہیں، لیکن اس جدید اردو ترجمہ کی ایک خصوصیت کا اظہار ضروری ہے، جس کو کتاب کے سرورق پر "بس کا روکھ

ہندوستان کی مشترکہ زبان مین" کے الفاظ سے ظاہر کیا گیا ہے، مترجم کا نفس مقصد نہایت لایق ستایش ہے، اگرچہ یہ کہنا

افسوس ہے کہ اس مشترکہ زبان کے لئے الفاظ اور محاورون کی ترکیبون کے انتخاب مین مترجم کا قلم جادۂ اعتدال پر قایم نہیں

رہا ہے، اور چونکہ مترجم کے لئے اس قسم کی یہ پہلی کوشش ہے، اس لئے قلم مین وہ سلاست و روانی بھی نہیں آئی ہے، جو

ہر تحریر کا جز ہوتی ہے، خواہ وہ کسی ایک فرقہ کی زبان ہو یا مشترکہ زبان کہلاتی ہو،

دولتِ غزنویہ، از مولوی محمود الرحمن صاحب ندوی، ناشر، شیخ علی بخش احمد بخش مالکان کتبخانہ دار الادب

اندرون بھاٹی دروازہ لاہور، حجم ۳۹۳ صفحے تقطیع چھوٹی، لکھائی چھپائی اور کاغذ اوسط درجہ قیمت عار

"دولت غزنویہ" سلطنت غزنویہ کی تاریخ ہے، جس مین دولت سامانیہ کے زوال کو دکھا کر غزنویہ کی بنیاد عہد بعہد کی

ترقی ملکی فتوحات اور علمی و تمدنی خدمات کو اجمال سے دکھایا گیا ہے، مصنف کو اس کتاب کی ترتیب کا خیال پنجاب کے اسکولون کی تاریخی کتابون کو دیکھ کر پیدا ہوا اسلئے کتاب مین نمایان پہلو عام الزامات کی تردیدون کو حاصل ہی جنکو مرتب نے عربی و فارسی ماخذ سے مرتب کیا ہی لیکن بہتر تھا کہ اس مقصد کیلئے "دولت غزنویہ" لکھنے کے بجائے "سیرت محمود غزنوی" مرتب کیجاتی، اور اسطرح بہت سے مباحث جو اس کتاب مین بیگانہ معلوم ہوتے ہین وہ "سیرت محمود غزنوی" مین لکھے جاتے، مثلاً دیباچہ مین "تاریخ ہند قدیم" "تاریخ ہند اور اسلام" یا "امیر سبکتگین کے حالات کے ضمن مین عربون اور اہل ہند کا پہلا مصافحہ" کے عنوان سے صفحون کی طویل بحث بے جوڑ معلوم ہوتی ہی جسکو یہان زیادہ سے زیادہ چند سطرون مین بیان کرنا تھا، نیز یہ افسوس ہو کہ کتاب کی عام ترتیب بہت زیادہ ناقص ہی، مثلاً مباحث و واقعات کو ایجابی پہلوؤن کیساتھ پیش کرنیکے بجائے ہر جگہ سلبی و تردیدی اسلوب بیان مین پیش کیا گیا ہی، مثلاً محمود کے حملہ ہند کے جسقدر واقعات بیان کئے ہین انھین ہر جگہ "مورخ ہند للیتھرج" کے بیان کی تردید کیساتھ شروع کیا گیا ہی اور اس طرح مشکل سے پتہ چلتا ہی کہ خود مولف کے نقطہ نظر سے یہ واقعہ کیونکر، کب، اور کس شکل مین پیش آیا، اور پھر متعدد ابواب جو قائم کئے گئے ہین اور مختلف عنوان جو دیئے گئے ہین وہ بھی نئی ترتیب کے محتاج ہین، اور اسیطرح اسلوب بیان مین ژولیدہ بیانی بھی نظر آتی ہے، مثلاً دہ ایرہ کہ سلطان نے واپسی کے وقت بھیرہ پر حملہ کیا، لیکن اسکے بعد ہی حملہ روم کے عنوان مین دوسرے ہی صفحہ پر للیتھرج کے اسی بیان حملہ بھیرہ کی تردید کیجاتی ہی، اور بھیرہ کے بجائے "بھنڈے" پر حملہ بتایا جاتا ہے، کوئی بات صاف اور واضح طور پر سمجھ مین نہین آتی کہ مولف کا مقصود کیا ہی، بجز اسکے کہ زیادہ سے زیادہ حد امکان تک للیتھرج کی تردید کیجائے، اور تردید مین بھی لب و لہجہ اکثر جگہ حد درجہ غضب آلود ہی، اور پھر لطف یہ ہے کہ محمود کے سر سے الزامات کے دور کرنیکی کوشش کیگئی ہی، لیکن مولف نے محمود کے حملہ ہند کے واقعات جس مجاہدانہ جوش و خروش سے بیان کئے ہین، اور پھر ان سے جو دینی خدمات ثابت کئے ہین، انھین دیکھ کر تو یہی کہا جا سکتا ہی کہ محمود پر بڑا احسان یہی ہو کہ یہ احسانات نہ کئے جاتے، فارسی عربی ماخذون سے واقعات کو جانچ پڑتال کر لکھنے کے بجائے تمام رطب و یابس جمع کر دیا گیا ہے، ضرورت ہے کہ لائق مولف اس کی طبع ثانی مین نہایت توجہ سے نظر ثانی کرین، کتاب مین چند نقشے بھی ہین

ناشرین کتب کو اطلاع: افسوس ہو کہ کثرت مطبوعات کے باعث ہم اپنے وعدون کے باوجود ۳۱ء کے اختتام تک بہت سی کتابون کے تبصرے سے سبکدوش نہین ہو سکے، اس لئے سال رواں کے آغاز سے عارضی طور پر مطبوعات کے ان صفحات کو دو چند کر دیا گیا ہی، اب امید ہے کہ دو تین مہینون کے اندر ۳۱ء تک کی تمام موصولہ کتابون پر تبصرے شایع ہو جائین گے، "سید ریاست علی ندوی سب اڈیٹر"

جلد بست و نہم ۲۹ | ماہ رمضان المبارک سنہ ۱۳۵۰ھ مطابق ماہ فروری سنہ ۱۹۳۲ء | عدد ۲

مضامین